اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- زندگی کے بگاڑ کا سبب خوف خدا فقدان
- دینی مدارس کے ذمہ داروں کے نام
- مغربی ممالک کا نظام طلاق: ایک جائزہ
- سعودی عرب ایران تعلقات کی بحالی
- بڑھتی منافرت ملک کے لئے پریشان کن
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۱۰ رشوال المکرم ۱۴۴۴ھ مطابق یکم مئی ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر 16

بین السطور

بدلتے ہندوستان میں ہماری ذمہ داریاں

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ہمارا ملک اپنی تاریخ کے بدترین دور سے گذر رہا ہے، دن بدن حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں، گائے کے تحفظ کے نام پر لوگوں کو مارا جا رہا ہے، گائے کے علاوہ دوسرے جانوروں کے گوشت کھانے پر بھی آپ کی جان جا سکتی ہے، جب تک جانچ رپورٹ آئے گی، اس نام پر آپ کا قتل ہو چکا ہوگا۔ داڑھی ٹوپی اور شعائر اسلام کو اپنانے والوں کو راستہ چلتے طنز کے ساتھ بھدی بھدی گالیاں سننی پڑتی ہیں، راستہ گذرتے ہوئے آپ کو چڑھانے کے لیے ''بھارت ماتا کی جَے'' کی آواز زور سے لگائی جاتی ہے، اور مسلمانوں کو یہ نعرہ لگانے پر مجبور کیا جاتا ہے، خواتین کی عزت وناموس سرعام لوٹی جا رہی ہے، کسانوں کی حالت دردناک ہے، وہ خودکشی پر مجبور ہو رہے ہیں، نوٹ بندی اور جی ایس ٹی کے نفاذ نے چھوٹے کاروباریوں پر زندگی تنگ کر دی ہے اور کاروبار مندی کے دور سے گذر رہا ہے، کچے چمڑے لاتے لے جاتے لوگ ڈر رہے ہیں، جس کی وجہ سے بیشتر ٹینریاں بند ہو گیی ہیں، لاکھوں روپے کے چمڑے بلو کر کے گوداموں میں پڑے پڑے برباد ہو گیے، ان کا خریدار کوئی نہیں ہے، ٹکسٹائل ورکروں کی حالت ناگفتہ بہہ ہے۔ دلت ہندوؤں کی حالت انتہائی خستہ ہے اور وہ تحریک کی راہ پر چل پڑے ہیں، ملک کی سرحدیں غیر محفوظ ہیں، ہمارے جوان مر رہے ہیں، نکسل وادیوں کے زور میں کمی نہیں آ رہی ہے، بھوٹان سے متصل سرحد پر چینی افواج ہمیں آنکھیں دکھا رہی ہیں اور دھمکیاں مل رہی ہے، فرقہ پرستوں کے حوصلے بلند ہیں اور وہ لَو جہاد، گھر واپسی جیسے غیر ضروری اور غیر حقیقی نعروں سے مسلمان کو پریشان، ہراساں اور خوف زدہ کرنے میں لگے ہیں، وزیر اعظم من کی بات کے علاوہ دیگر موضوعات پر خاموش ہی رہتے ہیں اور من کی بات میں وہ ملک کو فرقہ واریت کی راہ پر لے جانے اور ایک خاص فرقہ کو نشانہ بنانے کے موضوع پر گفتگو سے گریز کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں آر ایس ایس اور ان کی ذیلی تنظیموں نیز حلیف جماعتوں کی خفگی سے ڈر لگتا ہے، بھولے سے کبھی دبے لفظوں میں کچھ کہا تو اس کا کوئی بھی اثر فرقہ پرستوں پر نہیں ہوتا کیوں کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وزیر اعظیم کا کام ''نندا'' کرنا نہیں، قانون کے نفاذ کو یقینی بنانا ہے، اسی لیے ایک لیڈر نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''تم مارتے رہے ہم نندا کرتے رہیں گے''، مذہبی اسفار بھی محفوظ نہیں ہیں، ایک بار امرناتھ یاتریوں پر اپنوں نے حملہ کر دیا سات مرے، لیکن اگر سلیم نے مستعدی نہیں دکھائی ہوتی تو پینتالیس جانیں اور بھی جاتیں۔

ایک صاحب نے بہت صحیح تبصرہ کیا کہ ایک سلیم نے پینتالیس کو بچالیا اور پوری ٹرین کے مسافر مل کر ایک جنید کو نہیں بچا سکے، اس واقعہ سے مسلمان کس قدر اپنی ذمہ داریاں نبھاتا ہے اس کا اندازہ ہوتا ہے، سلیم ایک علامت بن گیا ہے، صحیح یہ ہے کہ مسلمان آخری حد تک ذمہ داری نبھاتا ہے، وہ ''روم'' جل رہا ہو تو ''نیرو'' کی طرح بانسری بجانے میں مگن نہیں ہوتا، وہ آخری وقت تک مورچہ سنبھالے رہتا ہے اور جب موت آتی ہے تو دنیا جانتی ہے کہ وہ آخری وقت اور آخری سانس تک ملک کا وفادار رہتا ہے۔

ان حالات میں ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، ملک سے محبت کا تقاضہ ہے کہ ہم اس ملک کی سالمیت، قانون کے تحفظ اور اس کے نفاذ کے لیے ہر سطح پر کوشاں ہوں، ملک محفوظ اسی وقت رہے گا جب قانون کی بالا دستی ہوگی، اور عدلیہ کا کام غنڈوں اور مافیاؤں سے لینا بند کر دیا جائے گا اور کسی کو بھی قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہ دی جائے گی،، ان سے سختی سے نمٹا جائیگا، یہ کام حکومت کے کرنے کا ہے، عوام تو صرف ان کاموں میں مدد دے سکتی ہے، اور قانون توڑنے والوں کے خلاف ان اداروں کی مدد کر سکتی ہے جن کا کام لا اینڈ آرڈر کا تحفظ ہے۔

ہماری کا مطلب صرف مسلمان نہیں اس ملک کے سارے باشندے ہیں اور اس میں ذات برادری، علاقہ، زبان مسلک ومشرب کی قید نہیں ہے، دوسری طرف ہر مذہب کے لوگ بھی جو اس ملک میں رہتے ہیں، یہاں کے شہری ہیں، ان سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس صورت حال کو بدلنے کے لیے آگے آئیں،

ہمارا ماننا ہے کہ اس ملک میں سیکولرزم اور جمہوریت کی جڑیں بہت مضبوط ہیں، بی جے پی کے دور حکومت میں اسے کمزور کرنے کی منظّم کوشش ہو رہی ہے، بحالیوں میں بھی آر ایس ایس سے وفاداری کو ملحوظ رکھا جا رہا ہے اور ہندوستان کی تاریخ کا پہلا موقع ہے کہ ملک کے تین اعلیٰ عہدے پر صدر، نائب صدر اور وزیر اعظم آر ایس ایس کے پروردہ اور نمک خوار فائز ہیں، اس کے باوجود یہاں کی اکثریت گنگا جمنی تہذیب کی عادی ہے، ایک بڑا گروپ وہ ہے جسے ہم سائلنٹ گروپ کہہ سکتے ہیں، اس سائلنٹ گروپ کو جمہوری اقدار کی حفاظت کے لیے آگے لانے کی ضرورت ہے، دلتوں، آدی باسیوں اور اقلیتوں کا اتحاد بھی ان حالات کو بدلنے میں معاون ہو سکتا ہے، یہ ملک کے لیے انتہائی ضروری ہے، اقتدار اعلیٰ چونکہ فرقہ پرستوں کے ہاتھ میں ہے اس لیے یہ کام ذرا مشکل ہے، لیکن ہم اسے ناممکن نہیں کہہ سکتے۔

اس ملک میں مسلمان دوسری بڑی اکثریت ہے، ملک سے محبت، وفاداری کا تقاضہ ہے کہ ان حالات کو بدلنے کے لئے وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کریں کیوں کہ مسلمان ہی وہ امت ہے جس کے پاس بڑا ذخیرہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کا ہے، اسے خیر کے کاموں میں تعاون کا حکم دیا گیا ہے اور گناہوں کے کاموں سے بچنے کی بات کہی گئی ہے، یہ بھلائی کا حکم دیتی ہے اور بُرائی سے روکنے کا کام کرتی ہے، اسی لیے یہ خیر امت ہے، وقت آگیا ہے کہ حالات کو بدلنے کے لیے ہم اپنی جدوجہد کا آغاز کریں۔

اس کے لیے سب سے پہلا کام انابت الی اللہ ہے، اللہ کی طرف رجوع کرنا، اس کے سامنے گڑگڑا کر حالات بدلنے کے لیے دعا کرنا، اس لیے کہ اصل قوت وطاقت کا مرکز ومحور اللہ رب العزت کی ذات ہے وہ چاہے تو پل میں سب کچھ ٹھیک کر دے؛ کیوں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، لیکن ہماری بداعمالی اور بے عملی نصرت خداوندی کے دروازے پر رکاوٹ بن گئی ہے، ہم اپنے اعمال کی اصلاح کریں، اللہ کا خوف ہمارے دل میں ہو اور ہماری تمام حرکات وسکنات احکام الٰہی اور ہدایت نبوی کے تابع ہو تو اللہ کی مدد آئے گی اور حالات کا رخ بدلے گا، لیکن اس کے لیے اپنا محاسبہ اور اپنے اعمال کا قبلہ درست کرنا ہوگا۔

دوسرا کام کرنے کا یہ ہے کہ غیر ضروری جوش سے گریز کیا جائے، فیصلے جوش کے بجائے ہوش اور اقدام جذباتیت کے بجائے عقلیت سے کیا جائے، غیر ضروری جوش سے ملت کو نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ملا ہے، اس لیے ہر حال میں تحمل وبرداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور آخری حد تک کوشش کرنی چاہیے کہ ناگوار واقعات سامنے نہ آئیں، ٹالرنس کا ماحول بنانے سے یہ کام آسان ہوگا۔

تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ ٹالنے کی ساری کوشش ناکام ہو جائے تو اقدام کے طور پر نہیں دفاع اور جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے، یہ ہمارا دستوری اور قانونی حق ہے، اس سلسلے میں ''وھن'' یعنی دنیا کی محبت اور موت کے خوف سے اوپر اٹھ کر کام کرنے کی ضرورت ہے، یہ جدوجہد اتنی مضبوط ہو کہ فرقہ پرستوں اور دہشت گردوں کو منہ کی کھانی پڑے، وہ جان لیں کہ ہم گاجر، مولی نہیں ہیں، ایک موقع سے حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا تھا کہ فسادات اسی شکل میں رک سکتے ہیں، جب مارنے والے کو یقین ہو کہ ہمیں بھی مارا جا سکتا ہے۔ (لہو پکارے گا آستین کا)

ٹیپو سلطان شہید نے کہا تھا ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے''، صبر اور برداشت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنی زندگی کی بقا کے لیے کوشش نہ کی جائے اور خوف ایسا مسلط ہو کہ ہم ہاتھ پاؤں تو کیا زبان بھی نہ ہلا سکیں، ملک کے سابق صدر اے پی جے عبد الکلام نے ایک بار کہا تھا کہ ''طاقت وقوت کے ساتھ برداشت کام کی حکمت عملی اور بے سروسامانی اور کمزوری کے ساتھ برداشت کا مطلب مجبوری ہے''۔

چوتھا کام یہ کرنا چاہیے کہ اسلام کی صحیح اور سچی تعلیمات لوگوں تک پہونچائی جائے، غلط فہمیاں جو پھیلائی جا رہی ہیں اس کو دور کرنے کے لیے عملی اقدام کیے جائیں، واقعہ یہ ہے کہ اس معاملہ میں ہم مجرمانہ غفلت کے شکار ہیں، دعوت دین کے کام کو اس پیمانے پر ہم نے کیا ہی نہیں، (بقیہ ص ۱۴ ر پر)

اچھی باتیں

''کچھ درد، کچھ لوگ اور کچھ وعدے ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتے ہیں ☆ جو لغت آسانی سے مل جائے لوگ اسے اہمیت نہیں دیتے ☆ وفا کا درس پھولوں سے سیکھو جو کانٹوں سے جدا ہوتے ہی مرجھا جاتے ہیں ☆ اگر کوئی انسان اپنی برائیوں پر قابو پانا چاہتا ہے تو وہ سچ بولنا شروع کر دے ☆ پریشان ہونے سے کل کی مشکل دور نہیں ہو جاتی بلکہ اس کی وجہ سے آج کا سکون بھی چلا جاتا ہے ☆ کوشش کیجیے زندگی کا ہر لمحہ اپنی طرف سے سب کے ساتھ اچھے سے گذرے، کیوں کہ زندگی نہیں رہتی اچھی یادیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''ایک وقت تھا جب دفعدار اور چوکیدار اپنے علاقہ میں ہونے والی واردات کی ہی جانکاری نہیں دیتے تھے، بلکہ ممکنہ ہونے والے جرائم کی منصوبہ بندی کی اطلاع بھی پیشگی متعلقہ تھانے کو دے دیتے تھے، غور طلب بات یہ ہے کہ انگریزوں کے عہد کا یہ اطلاعاتی نظام آج بھی اس قدر کارگر رہ گیا ہے یا نہیں؟ اب کسی اطلاع کو دور تک پہونچانے کے لیے گھوڑا یا سائیکل کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے، موبائل کے ذریعہ گھر بیٹھے ہی اطلاعات کہیں سے کہیں پہونچائی جا سکتی ہے، اس کے باوجود وقت پر اطلاعات کا نہ پہونچنا سخت ناکامی کا اشاریہ ہے۔'' (دینک جاگرن ۸/اپریل ۲۰۲۳ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

گناہ سے ذہنی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں

''اور ہم ان کو بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب چکھاتے رہتے ہیں، تا کہ وہ ہماری طرف لوٹ آئیں'' (سجدہ، آیت:۲۱)

مطلب: آج کا ہر انسان کسی نہ کسی ذہنی الجھن، فکری انتشار اور پریشانی کا شکار ہے، کوئی کاروبار وتجارت میں خسارے کے سبب اضطرابی حالات میں مبتلا ہے، کوئی بے روزگار، روزگار کی تلاش میں سرگرداں ہے، کوئی گھریلو مسائل ومعاملات میں الجھا ہوا ہے، کوئی امراض جسمانی سے جوجھ رہا ہے، غرضیکہ ہر شخص پریشان حال ہے اور سکون کی تلاش میں دردر پھر رہا ہے، کبھی اپنی پریشانیوں کا حل مال ودولت کی فراوانی میں ڈھونڈتا ہے اور کبھی جاہ ومنصب میں، مگر اس کو کہیں بھی سکون وقرار نہیں ملتا، حالانکہ جس ذات باری نے اس کو پریشانی میں مبتلا کیا ہے، علاج بھی اسی کے در سے مل سکتا ہے، کیونکہ سکون وراحت کے سب خزانے اللہ کے پاس ہیں، وہی ان کا مالک ہے، جب مالک راضی ہوگا تو خوش ہوکر ہر چیز اپنے فرمانبردار بندوں کو عطا کرے گا اور اگر گناہ اور نافرمانی کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ دنیاوی زندگی کو تنگ کردے گا اور انسان ظاہری ترقی اور خوش حالی کے باوجود قلبی سکون سے محروم رہے گا، کیونکہ وہ گناہ کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے، اس کو رجوع وتوبہ کی توفیق نہیں مل رہی ہے، اس لئے طبی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ گناہ سے پریشانی اور نفسیاتی امراض پیدا ہوجاتے ہیں اور بعض کے جسمانی بیماریوں کی صورت میں اور بعض گناہوں کی نحوست سے جسم میں درد اور بے چینی محسوس ہوتی ہے، گناہوں کی وجہ سے خوف وگھبراہٹ اور چڑ چڑاپن ہونے لگتا ہے اور بعض اوقات اعصابی اور جنسی کمزوری آگھیرتی ہے، یعنی گناہ کے برے اثرات بہت دور تک پھیلتے ہیں، یہ دنیاوی زندگی کا حال ہے، آخرت میں تو سخت سزا ملے گی، گویا انسان پر آنے والی پریشانیاں تنبیہ کے لئے ہوتی ہیں کہ انسان نافرمانی سے باز آجائے اور اپنا تعلق اللہ سے مضبوط بنائے، گناہوں سے توبہ اور اللہ سے استعانت کا خواستگار ہو، پریشانیوں اور مصیبتوں سے نکلنے کا ایک راستہ یہ بھی ہے کہ اپنے معاملہ کو اللہ کے سپرد کردیجئے اور یہ سوچئے کہ ضرور اس پریشانی میں اللہ کی کوئی حکمت ہوگی، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا کہ ''دنیا میں انسان کو مصائب سے زیادہ بڑی اور تکلیف دہ چیز کوئی دوسری نہیں ہوتی ہے، لیکن یہ حقیقت بھلانے کے لائق نہیں کہ افراد بلکہ جماعتیں اور قومیں بھی مصائب کی تنبیہ اور سرزنش سے متنبہ اور ہوشیار ہوکر آمادۂ اصلاح ہوتی ہیں، چنانچہ اکثر اخلاقی محاسن کے جوہر کو مصیبتوں ہی کی آگ نکھار کر کندن بناتی ہے، صبر واستقلال، تواضع، شکر، محبت اور رحم ان تمام اخلاقی فضائل کی تربیت ان ہی مصائب کے زیر سایہ ہوتی ہے، مغرور سے مغرور انسان بھی جب کسی اتفاقی مصیبت کی ٹھوکر کھاتا ہے تو سنبھل جاتا ہے، اس لئے غافل انسانوں اور خود فراموش سرمستوں کو ہوش میں لانے کے لئے کبھی کبھی کی مصیبتوں سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہیں کہ ان کی بدولت ملحد انسان بھی ایک دفعہ بے قرار ہوکر خدا کا نام لے ہی لیتا ہے، لہذا پرسکون اور پرلطف زندگی گذارنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی گذشتہ کوتاہیوں پر نادم وشرمندہ ہوں اور اللہ سے ان پر معافی مانگیں، ان شاء اللہ اس سے پریشانیاں بھی دور ہوں گی اور مسائل بھی حل ہوں گے۔

مریضوں کے ساتھ حسن سلوک

''حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بیماروں کو کھانے پر مجبور نہ کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو کھلاتے ہیں اور پلاتے ہیں'' (ترمذی شریف، ابواب الطب)

وضاحت: بیماریاں انسانی صحت پر حد درجہ اثر انداز ہوتی ہیں، بیمار کے جسم کی ظاہری ہیئت، چہرے پر نقاہت اور پاؤں میں لڑکھڑاہٹ تو طاری رہتی ہی ہے، نفسیاتی طور پر بھی مریضوں میں چڑچڑاپن اور حدت پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے جسم کو صحت مند رکھنے کے لئے ذہنی نقطہ نظر کا بھی اعتدال قائم رہنا چاہئے جہاں تک ممکن ہو افسردگی اور مایوسی سے بچئے اور اپنے ذہن وفکر کو پرکیف بنانے کی کوشش کریں، تا کہ آپ نفسیاتی دباؤ کے شکار نہ ہوں، بہت سے مریض مختلف مزاج اور طبیعت کے ہوتے ہیں بسا اوقات ان کے قوی اور معدے ثقیل غذاؤں کے متحمل نہیں ہوتے، اس لئے ان کے اندر کھانے پینے کی رغبت کم ہو جاتی ہے، بھوک وپیاس کا فقدان ہو جاتا ہے، ادھر گھر والے انہیں پریشان کرتے ہیں کہ اگر یہ نہیں کھائے گا تو اور بھی کمزور ہو جائے گا، اس لئے ان کے کھانے پر دباؤ بناتے ہیں، یہ صحیح ہے کہ اچھی صحت کے لئے متوازن غذائیں مفید ہوتی ہیں، لیکن اس سلسلہ میں مزاج کا لحاظ اور مریض کی طبیعت انشراح کو سامنے رکھنا چاہئے، اسلئے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اگر بیمار آدمی کو کھانے پینے کی رغبت نہ ہو تو اس کو زبردستی کھانے پر آمادہ نہ کرو اور نہ ہی اس پر دباؤ بناؤ، کیونکہ جن مریضوں میں کھانے پینے کی رغبت کم رہتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے اندر صبر وبرداشت کی قوت ودیعت فرما دیتے ہیں، جن کے سہارے وہ زندگی گذارتا ہے، اس کی وجہ اطباء یہ بیان کرتے ہیں کہ وہی خوراک جزو بدن بنتی ہے، جس کی طبیعت کو رغبت ہو جس کے کھانے کی رغبت نہ ہو وہ کھانا جزو بدن نہیں بنتا بلکہ وہ الٹا کمزوری کا سبب بنتا ہے، اس سے مرض میں اضافہ بھی ہوسکتا ہے تاوقتیکہ طبیعت اعتدال وتوازن پر نہ آجائے اور از خود رغبت پیدا نہ ہو جائے بیمار کو کھانے پر مجبور کرنا بے سود ہے، البتہ اس کا علاج ومعالجہ کرانا چاہئے تا کہ اس کے اندر کھانے پینے کی رغبت پیدا ہو جائے اور جب رغبت پیدا ہو جائے تو سادہ اور زود ہضم غذائیں کھلائیں تا کہ مریض کے معدے میں گرانی نہ پیدا ہو، ہاں اگر ماہر اطباء نے کسی خاص کھانے کے استعمال پر زور دیا تو ایسی صورت میں مریض کی ذہنی ونفسیاتی کیفیت کا لحاظ وخیال کرتے ہوئے کھلائیں اور انہیں اطمینان دلانے کی کوشش کریں کہ یہ کھانا غذا نہیں دوا ہے، جس سے صحتیابی ہوگی، مگر اس میں بھی مریض پر بہت زیادہ دباؤ نہ بنائیں بلکہ ان کے انشراح قلب کا انتظار کریں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

ٹوپی پیشانی پر رکھ کر سجدہ کرنا:

جاڑے کے موسم میں ٹوپی یا رومال کا استعمال ہوتا ہے، ٹھنڈ کی وجہ سے لوگ ٹوپی یا رومال سے پیشانی بھی ڈھک لیتے ہیں اور اسی حالت میں نماز پڑھتے ہیں سجدہ اس حال میں کرتے ہیں کہ پیشانی پر رومال ہوتا ہے یا ٹوپی ہوتی ہے، ایسی صورت میں نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

سجدہ میں پیشانی کو زمین پر ٹیکنا شرط ہے خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ، لہذا صورت مسئولہ میں اگر کسی نے ٹھنڈ کی وجہ سے پیشانی پر ٹوپی یا رومال لگائے رکھا اور اسی حالت میں سجدہ کرلیا تو شرعاً یہ سجدہ صحیح ہوگا اور نماز درست ہوگی۔ **ان صحة السجود على الكور اذا كان على الجبهة او بعضها، اما اذا كان على الراس فقط وسجد عليه ولم تصب جبهته الارض على القول بتعيينها ولا انفه على مقابله لاتصح (ردالمحتار ۲/۲۰۶، كتاب الصلوة باب صفة الصلاة)**

منہ اور ناک ڈھانک کر نماز پڑھنا:

ٹھنڈ کے موسم میں کچھ لوگ چادر اوڑھے رہتے ہیں اور ناک منہ ڈھک کر نماز پڑھتے ہیں، شرعا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

منہ اور ناک ڈھک کر نماز پڑھنے سے شرعا نماز تو ہوجائے گی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، نماز پڑھنے والا احکم الحاکمین کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور ناک، منہ ڈھانک کر کھڑا ہونا آداب شاہی کے خلاف ہے۔

فيكره التلثم وتغطية الانف والفم فى الصلوة لانه يشبه فعل المجوس (مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى فصل فى المكروهات ۳۵۰)

پہلی رکعت میں سورۃ الناس پڑھی دوسری رکعت میں کیا پڑھے گا؟

ایک شخص نے بھول کر پہلی ہی رکعت میں سورۃ الناس پڑھ دی اب وہ دوسری رکعت میں کیا پڑھے گا؟

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں شخص مذکور دوسری رکعت میں بھی سورۃ الناس پڑھ کر اپنی نماز مکمل کرے۔

فان اضطر بأن قرأ فى الاولى قل أعوذ برب الناس اعادها فى الثانية ان لم يختم لان التكرار أهون من القرأة منكوسا (ردالمحتار ۲/۲۶۸، باب صفة الصلاة)

امام کا تیمّم کر کے نماز پڑھانا:

امام صاحب کو عشاء اور فجر کے وقت ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا سخت تکلیف کا باعث ہے، ٹھنڈ کی وجہ سے ہاتھ پاؤں میں سوجن ہوجاتا ہے، جوڑوں میں کافی درد ہوتا ہے، ایسی صورت میں وہ تیمّم کر کے نماز پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟۔

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

امام صاحب کے لئے اگر گرم پانی نقصان دہ نہ ہو اور گرم پانی کا نظم بھی ہو تو ایسی صورت میں وضو کرنا ضروری ہوگا، تیمّم درست نہیں ہوگا۔ **الاصل انه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لايباح له التيمم اجماعا (البحر الرائق ۱/۲۴۶)** اور اگر گرم پانی کا نظم نہ ہو یا وہ بھی نقصان دہ ہو تو ایسی صورت میں تیمّم کر کے نماز پڑھا سکتے ہیں، وضو کرنے والے کی نماز ان کے پیچھے شرعا صحیح ودرست ہے۔

وترجح المذاهب بفعل عمرو بن العاص رضى الله عنه حين صلى بقومه بالتيمم لخوف البرد من غسل الجنابة وهم متوضئون ولم يأمرهم عليه الصلوة والسلام بالاعاده حين علم (البحر الرائق ۱/۲۳۶) وصح اقتداء متوضئ.... بمتيمم (الدر المختار على ردالمحتار ۲/۳۳۶)

دو رکعت میں ایک ہی سورہ پڑھنا:

ایک ہی سورہ کو فرض نماز کی دونوں رکعتوں میں پڑھنا کیسا ہے کیا فرض اور نفل نمازوں میں کوئی تفصیل ہے جواب سے نوازیں۔

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیق

فرض نماز کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورہ کو جان بوجھ کر پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر بھول کر یا بلا قصد وارادہ زبان پر وہی سورہ آگئی جو پہلی رکعت میں پڑھی گئی تھی یا اس سورہ کو دوسری رکعت میں پڑھنے کی مجبوری تھی جیسے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الناس پڑھنے کی صورت میں ہوتی ہے، یا ایک ہی سورہ یاد تھی تو ان تمام صورتوں میں ایک سورہ کو مکرر پڑھنا مکروہ نہیں ہے، اور نفل نمازوں میں ایک سورہ کو مکرر پڑھنا مکروہ نہیں خواہ بالقصد ہو یا بلا قصد وارادہ۔ **والحاصل أن تكرار السورة الواحدة فى ركعة واحدة مكروه فى الفرض ذكره فى فتاوىٰ قاضى خان وكذا تكرارها فى ركعتين منه بأن قرأها فى الاولى ثم كررها فى الركعة الثانية يكره ذكره فى القنية، لكن هذا اذا كان لغير ضرورة بأن كان يقدر قرأة سورة اخرى اما اذا لم يقدر فلا يكره وايضا انمايكره اذا وقع عن قصد، اما اذا وقع من غير قصد كما اذا قرأ فى الاولىٰ قل أعوذ برب الناس فانه لايكره ان يكررها فى الثانية ...ولايكره تكرار السورة فى ركعة أو ركعتين فى التطوع الخ (غنية المتملى ۳۵۵)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر مورخہ ۱۰ر شوال المکرم ۱۴۴۴ھ مطابق یکم مئی ۲۰۲۳ء روز سوموار

سیاسی شعور کی ضرورت

اس وقت ملک میں مسلمانوں کی آبادی پچیس کروڑ سے کم نہیں ہے، تعداد سے قطع نظر وہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت ضرور ہیں، اور اس اعتبار سے وہ نظام حکومت میں ایک اہم رول ادا کر سکتے ہیں، حکومت خواہ کسی بھی پارٹی کی ہو، وہ نہ تو ان کی آواز کو دبا سکتی ہے، اور نہ ہی اسے سنی ان سنی کر سکتی ہے، ان کے ملی مفاد کی ان دیکھی کرنا یا انہیں نقصان پہونچانے کی کوشش کرنا بھی ان کے لیے مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ۔لیکن آج کے ہندوستان میں یہ سب خواب وخیال کی باتیں بن کر رہ گئی ہیں، مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں بے وقعت ہیں، ان کے مفاد کے خلاف فیصلے ہوتے ہیں، ان کے مفاد کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، ملک کے دستور نے انہیں جو ضمانتیں دی ہیں، ان کی بھی کھلی خلاف ورزی ہوتی ہے، مگر ان کے ضبط اور صبر وتحمل کا یہ عالم ہے کہ نامساعد حالات کا رونا رونے لگ جاتے ہیں، اس سے آگے بڑھنے کی ہمت کی تو حکومت وقت کا شکوہ کرنے لگ گئے، اور پھر کچھ اور ہمت جٹائی تو سازشوں کا ذکر کرنے بیٹھ گئے، مگر اپنا محاسبہ کرنا اور اپنے اندر جھانکنے کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی، کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ ہمارے اندر کیا کمی ہے، کیا خامی ہے، کس چیز کا فقدان ہے اور خود ہم سے کہاں کہاں کوتاہی ہو رہی ہے، ہندوستان کے مسلمان آج جس حال کو پہونچ گئے ہیں، ان کا ایک طبقہ وسیع تر ملی مفاد کے حصول وتحفظ پر توجہ دینے کے لیے یا تو تیار نہیں ہے یا اسکی ضرورت ہی نہیں سمجھتا، جب کہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ سیاست ہو، معیشت ہو یا روز مرہ کے معمولات زندگی ہوں، اجتماعیت کو بڑی اہمیت دی ہے۔

اتحاد عمل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام کے تمام مسلمان کسی ایک ہی سیاسی پارٹی میں شامل ہو جائیں، ایسا ممکن بھی نہیں ہے اور شاید یہ مناسب بھی نہیں، لیکن جو ملی معاملات ہیں، ان کے لیے اتحاد عمل کا مظاہرہ یقیناً کیا جا سکتا ہے، مسلمان دوسرے اقلیتی فرقوں کو کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ اپنی سیاسی وفاداریوں کو قائم رکھتے ہوئے اپنی قوم کے مسائل کے لیے کس طرح باہم متحد، مربوط اور ایک جٹ ہو جاتے ہیں، اور ان کو حل بھی کرا لیتے ہیں، اور متعلقہ پارٹیاں بھی اس معاملہ میں ان کو اپنا بھر پور تعاون دیتی ہیں، مگر مسلمانوں کے ساتھ صورتحال بالکل برعکس ہے، اول تو مختلف سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان اپنی پارٹی کی سطح پر مسلم مسائل اٹھاتے ہی نہیں ہیں اور اگر کسی نے ہمت سے کام لیا تو خود اسی کے جماعتی رفقاء بجائے اس کے کہ اسکو تعاون دیں اس کی آواز کو خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بالفرض اگر ایسا نہیں ہوا اور ان کی آواز پارٹی کے اندرون خانہ سے باہر آتی ہے تو دوسری پارٹیوں کے لیڈر اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں، اس کی دو وجہ ہے، ایک کا تعلق جماعتی تعصب سے ہے، اور دوسری کا اس خوف سے ہوتا ہے کہ اگر حریف کی آواز میں آواز لگائی تو پارٹی سے نکالے جائیں گے، نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے مسائل یوں ہی پڑے رہ جاتے ہیں، ہاں جب الیکشن کا زمانہ آتا ہے، تو تمام پارٹیوں یہاں تک کہ بی جے پی کو بھی مسلمان اور ان کے مسائل، ان کے دکھ درد اور ان کی پسماندگی کی یاد بے چین کر دیتی ہے، لیکن جیسے ہی انتخابی نتائج کا اعلان ہوا، وہ مسلمانوں کا پھر سے استحصال شروع کر دیتے ہیں، جب کہ گذشتہ دس برسوں سے ملک کی بی جے پی حکومت اور ان کے لیڈران اکثریتی ووٹوں کو متحد کرنے کے لیے اسلامی شعائر اور مذہبی تشخصات کو نشانہ بناتے آ رہے ہیں۔

یہ صورت حال بہت ہی افسوس ناک ہے اور اس بات کی مظہر ہے کہ مسلمانوں کے اندر سیاسی بیداری کی کمی ہے، اور وہ اجتماعی مفاد پر توجہ نہیں دیتے، جس ملت کا سیاسی شعور بیدار ہوتا ہے، وہ ملت ایسی نہیں جیسی کہ ہندوستان کے مسلمان، کوئی ملت سیاسی اعتبار سے کس قدر بیدار ہے، اس کا اندازہ انتخابی عمل کے دوران بخوبی ہو جاتا ہے کہ اس کے کتنے فیصد افراد اس عمل میں سنجیدگی کے ساتھ حصہ لیتے ہیں۔

رومان اشرف کی کامیابی

امسال میٹرک کے نتیجۂ امتحان میں اسلامیہ ہائی اسکول شیخ پورہ کے رومان اشرف نے پورے بہار میں ٹاپ کر کے ایک تاریخ رقم کی ہے، اس نے پانچ سو نمبر میں سے چار سو نواسی (489) 98ء8 فی صد نمبرات حاصل کر کے سولہ لاکھ تیس ہزار چار سو چودہ شرکاء امتحان کو پیچھے چھوڑ دیا، اور اپنی برتری اور سرفہرست ہونے کا جھنڈا گاڑ دیا، اس نے لڑکیوں کے سبقت لے جانے کی قدیم روایت کو بھی توڑ کر رکھ دیا اور ثابت کیا کہ لڑکے بھی پڑھنے میں دل لگاتے ہیں، رومان ایک چھوٹے ضلع شیخ پورہ کے رہنے والے ہیں، لیکن ان کی سخت محنت اور آگے بڑھنے کے پختہ ارادے نے انہیں یہ دن دکھایا، ان کے گھر میں پڑھنے لکھنے کا ماحول تھا وہ بھی ان کے جہد مسلسل میں معاون بنا، رومان اشرف کے والد ایک اسکول میں استاذ ہیں اور رومان نے اپنے والد کی نگرانی میں امتحان کی تیاری کی اور تمام لڑکوں کا وقار بلند کیا۔

ٹاپ ۱۰ر میں ایک نام نہا پروین کا بھی ہے، اس کے والد شیخ خلیل درزی کا کام کرتے ہیں، نہا پروین نے پانچ سو میں چار سو تراسی (483) نمبر حاصل کیا، وہ میرٹ لسٹ میں چوتھے نمبر پر ہے، وہ ٹی ایل ایم بالیکا انٹر اسکول گوگری کھگڑیا کی طالبہ تھی، اس نے چوتھی پوزیشن حاصل کر کے ثابت کر دیا ہے کہ غربت آگے بڑھنے میں رکاوٹ نہیں ہے، حضرت امیر شریعت سادس مولانا سید نظام الدین صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ آج کے دور میں اگر کوئی نہیں پڑھ رہا ہے، تعلیم کے میدان میں آگے نہیں بڑھ رہا ہے تو یہ معاملہ بے کسی، بے بسی کا نہیں، بے حسی کا ہے، نہا پروین نے بڑی کامیابی حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ اور ان کے والد غریب ضرور ہیں، لیکن بے حس نہیں ہیں، رومان اشرف اور نہا پروین کو یہ کامیابی مبارک ہو، امید کی جاتی ہے کہ اس کامیابی سے دوسرے لڑکے لڑکیوں کو بھی حوصلہ ملے گا اور وہ تعلیم کے میدان میں آگے بڑھ کر بڑا نام کما سکیں گے۔

امسال بہار بورڈ کے امتحان میں 81ء4 فی صد طلبہ وطالبات نے کامیابی حاصل کی جو گذشتہ سال کی بہ نسبت بہتر ہے، چار لاکھ چوہتر ہزار چھ سو پندرہ فرسٹ ڈویزن، پانچ لاکھ گیارہ ہزار چھ سو تینتیس سکنڈ ڈویزن اور دو لاکھ ننانوے ہزار پانچ سو اٹھارہ نے تھرڈ ڈویزن سے کامیابی حاصل کی، جموئی ضلع نے اپنا جلوہ حسب سابق برقرار رکھا ہے، سرفہرست دس میں بارہ اضلاع کے طلبہ وطالبات نے جگہ بنائی ہے، جس میں تینتیس لڑکیاں ہیں، دوسرے نمبر پر نمرتا اور گیانی انوپما ہیں، ان دونوں نے برابر 486 یعنی ۹۷ء۲ فی صد نمبرات حاصل کیے۔

خوشی وخوش حالی رپورٹ

عالمی خوشی خوش حالی رپورٹ ۲۰۲۳ء ابھی حال میں شائع ہوئی ہے، اس رپورٹ کے مطابق خوش حال ملکوں میں ہندوستان 126 نمبر پر ہے۔ گذشتہ سال کی بہ نسبت تین پائیدان یہ اوپر ضرور ہوا ہے، لیکن یہ اپنے پڑوسی ملکوں کی بہ نسبت خوش حالی کے اعتبار سے بہت پیچھے ہے، اس رپورٹ میں پاکستان کو 108، بنگلہ دیش کو 118، شری لنکا کو 112، نیپال کو 78 میانمار کو 72 اور چین کو 66 ویں نمبر پر جگہ دی گئی ہے، خوش حالی سے متعلق یہ رپورٹ اقوام متحدہ کا ایک ذیلی ادارہ تیار کرتا ہے اور تیار کرتے وقت جی ڈی پی، سماجی تعاون، بدعنوانی کے واقعات اور ان کی سطح، سماجی آزادی، سماجی تحفظ اور معیار زندگی کو سامنے رکھا جاتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ اپنے پڑوسی ملکوں کے مقابلے ہندوستان میں خوشی اور خوش حالی کم ہے، اس کی بہت ساری وجوہات ہو سکتی ہیں، بظاہر تو ہمارے پڑوسی ممالک ہم سے زیادہ خستہ حال ہیں، لیکن اس رپورٹ میں انہیں کو بہتر بتایا گیا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ خوش حالی کا احساس اسباب ووسائل سے زیادہ ذہنی مسرت وخوشی کے تابع ہوتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آرام وآسائش کی ساری سہولتوں کے ہوتے ہوئے آدمی ذہنی تناؤ، عدم تحفظ کے احساس اور سماج کے تفرقے اور انتشار کی وجہ سے پریشان رہتا ہے، جسمانی ضرورتوں کی تکمیل تو جیسے تیسے ہو جاتی ہے، لیکن ملک کے جو حالات ہیں اس میں مسرت وخوشی کی لہریں دماغ میں نہیں دوڑ پاتی ہیں، غالباً اسی وجہ سے اس رپورٹ میں ہم دوسروں سے پچھڑ گیے، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ رپورٹ تیار کرنے والوں کا مقصد ہی ہندوستان کو نیچا دکھانا ہو ایسے میں ہمیں اس رپورٹ کا حقائق کی بنیاد پر جائزہ لے کر اپنی مخالفت درج کرانی چاہیے۔

یہ شبہہ اس لیے بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس رپورٹ سے قبل اس حوالہ سے دو رپورٹ شائع ہو چکی ہے، ایک رپورٹ کنسلٹنگ فورم ہیپی پلس کی ''دی اسٹیٹ آف ہیپی نیس 2023'' کے نام سے آئی، جس کے مطابق 65 فی صد لوگ ہندوستان میں خوش ہیں، ایک دوسری رپورٹ ''ایپ سوس گلوبل ہیپی نیس'' کی ہے جس نے کہا ہے کہ ہندوستان سمیت پوری دنیا میں 73 فی صد لوگ اپنی زندگی سے مطمئن ہیں۔ ان دونوں رپورٹوں کو سامنے رکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ کے ذریعہ جاری رپورٹ میں کہیں نہ کہیں کچھ خامی ہے، کیوں کہ کورونا کے بعد حکومتی سطح پر وقتاً فوقتاً جو اعداد وشمار جاری کیے جاتے رہے ہیں، اس کے مطابق گذشتہ نو سالوں میں ملک میں غریبی کا تناسب 22 فی صد سے گھٹ کر آٹھ فی صد تک آ گیا ہے، غیر ملکی زر مبادلہ بھی پہلے سے دوگنی مقدار میں موجود ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے، غذائی اجناس کی پیداوار بھی بڑھی ہے، ان سب کے باوجود اگر ہم خوش نہیں ہیں، اور ہمارے اندر خوش حالی نہیں ہے تو اس کا صرف ایک مطلب ہے کہ ملکی حالت کی وجہ سے ہم ذہنی طور پر مطمئن نہیں ہیں، اطمینان بھی خوش حالی کے لیے ضروری ہے، اس لیے ہم سب کچھ ہوتے ہوئے بھی خوش نہیں ہیں، اس ایک وجہ کے علاوہ خوش حالی میں ہمارے پیچھے جانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ حکومت اگر اس ایک وجہ کو دور کر دے تو ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اپنے پڑوسی ملکوں سے پیچھے کر رہ جائیں۔

مغلیہ حکومت کے نقوش

این سی ای آر ٹی کی کتابوں سے مغلیہ عہد حکومت کے اسباق نکال باہر کر دیے گیے ہیں، تاکہ طلبہ ہندوستان کی عہد وسطیٰ کی تاریخ نہ پڑھ سکیں، گاندھی اور گوڈسے کے متعلق اسباق کو بھی نکال دیا گیا ہے تاکہ نئی نسل گاندھی جی کے کردار سے واقف نہ ہو اور جدوجہد آزادی میں جوان کا رول رہا ہے اس سے وہ غافل رہ جائیں، گوڈسے نے گاندھی کو قتل کرنے کی جو شرمناک حرکت کی تھی وہ بھی نئی نسل تک منتقل نہ ہو سکے، پھر کچھ دنوں کے بعد ساورکر، گرو گوالکر اور گوڈسے کو ملک کا ہیرو بنا کر پیش کیا جائے گا، اور بتایا جائے گا کہ اصل یہی لوگ تھے، مؤرخین نے غلط باتیں کتابوں کی زینت بنا رکھی تھی، اسے نصاب سے باہر کر دیا گیا ہے۔

دراصل فرقہ پرستوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ مغلیہ دور حکومت کے نقوش نصاب کے علاوہ پورے ہندوستان میں زمین پر بکھرے پڑے ہیں، تاج محل، لال قلعہ، پرانا قلعہ، گولکنڈہ، آگرہ کا قلعہ دہلی کی جامع مسجد، قطب مینار وغیرہ ہندوستان کی سرزمین پر شاندار جاندار اور تابناک عہد رفتہ کی یادگار کے طور پر موجود ہیں، ان کو نیست ونابود نہیں کیا جا سکتا، حالاں کہ بعض سر پھرے دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک تاج محل کو منہدم کر کے اس پر مندر بنانے کی آواز اٹھاتے رہے ہیں، لیکن سر پھرے تو سر پھرے ہی ہوتے ہیں، جنون اور پاگل پن عروج کو پہونچ جائے تو ایسے ہفوات وبکواس زبان سے نکلنے لگتے ہیں، یہ عمارتیں جب تک روئے زمین پر موجود ہیں اور ان کے اوپر جو کتبات لگے ہوئے ہیں، وہ عہد رفتہ کی تاریخ سیاحوں کو بتاتے رہیں گے، صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ ہندوستان سے مسلمانوں کے عہد حکومت کو مٹانا آسان نہیں ہے، اس لیے کہ مغلوں نے جادہ جادہ اپنے یادوں کے نقوش چھوڑے اور آنے والے قافلوں کے وہ رہنما رہے ہیں۔

یادوں کے چراغ ✍: **پروفیسر محسن عثمانی ندوی**

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ

شعرا کو موسم بہار بہت پسند ہے، سبزہ زار پسند ہے، گلزار پسند ہے، پھولوں کا نکھار پسند ہے، وہ ہمیشہ بہار کا اور پھولوں کا تذکرہ کرتے ہیں، لیکن اس بار رمضان کی بہار آئی تو وہ گل شگفتہ گل چین قدرت کے ہاتھوں توڑ لیا گیا جو جان بہار تھا جس کے دم سے گلستاں کا نکھار تھا، جو مسلمانان ہند کا گل سرسبد تھا، جو مسلمانان ہند کی آبرو تھا جس کے لئے ''ترکش مارا خدنگ آخریں'' کا عنوان زیب دیتا تھا، ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۴۴ ہجری کو ان کا انتقال ہوگیا اس وقت ان کی عمر ۹۴ سال تھی۔ وہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے چوتھے صدر تھے، قاری طیب صاحب مولانا علی میاں اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کے بعد وہ صدر ہوئے، رابع کا مطلب بھی چوتھا ہوتا ہے، ان کا انتخاب بھی اس طرح ہوا تھا کہ وہ خود برسر موقعہ موجود نہیں تھے انہیں انتخاب کی خبر کی گئی اور عہدہ قبول کرنے پر اصرار کیا گیا۔ مولانا محمد رابع حسنی ندوی کے انتقال سے اسلامیان ہند کا چمن اجڑ گیا لاکھوں لوگ ندوۃ العلماء کے وسیع میدان میں نمازہ جنازہ میں شرکت کے لیے جمع تھے، ڈالی گنج سے موتی محل کے پل تک انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، حد نظر تک سر ہی سر۔ لکھنو اور ندوہ والوں کے غم میں شریک ہونے کے لیے لوگ بمبئ سے کشمیر سے حیدرآباد سے بھوپال سے بھی پہونچ گئے تھے، دہلی سے بہت سارے لوگ کار ڈرائیو نگ کرکے پہونچ گئے، مرکز نظام الدین سے اور (امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ سے امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی کے حکم سے نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی کی قیادت میں ایک اعلیٰ سطحی وفد رائے بریلی جنازہ وتدفین میں) شریک ہوا، مولانا صدیق صاحب باندوی مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی کے خانوادے کے لوگ نماز جنازہ میں نظر آئے، حضرت مولانا سعیدالرحمٰن اعظمی ندوی نے نماز جنازہ پڑھائی جو لوگ ندوہ نہیں پہونچ سکے وہ فجر سے پہلے رائے بریلی آگئے تا کہ یہاں نماز جنازہ میں اور تدفین میں شریک ہوں، یہاں نماز جنازہ مولانا بلال حسنی نے پڑھائی جو اب ندوۃ العلماء کے ناظم ہیں، لکھنؤ میں لاکھوں کا مجمع اور یہاں بھی ہزاروں کا مجمع، مولانا محمد رابع حسنی کی شخصیت ایسی ہی تھی، اللہ تعالی نے انہیں غیر معمولی مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی جب کسی کی مقبولیت آسمان پر لکھ دی جاتی ہے تو اہل زمین بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں:

حسن کی جنس خریدار لیے پھرتی ہے　　ایک بازار کا بازار لئے پھرتی ہے

مولانا محمد رابع حسنی ندوی مولانا ابوالحسن علی ندوی کے تربیت یافتہ انسان تھے وہ مولانا علی میاں کے بھانجہ تھے اور سفر وحضر میں ان کے شریک تھے وہ مولانا علی میاں کی طرح مصنف بھی تھے مفکر بھی تھے عربی کے انشا پرداز بھی تھے، نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو ان کی خصوصیت تھی، حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم، وہ مسلمانوں کے اتحاد کی علامت تھے، راقم سطور کے نزدیک مسلم پرسنل لا بورڈ نے بہت سے اچھے کام کئے لیکن بہت سے فیصلے غلط بھی کئے تھے لیکن چونکہ اجماع اور اتحاد غلط فیصلہ ہی پر ممکن تھا اس لیے مولانا رابع صاحب نے اسے مانا اسے قبول کیا ''متفق گردید رائے بوعلی با رائے من'' مولانا محمد رابع صاحب مسلمانان ہند کے علماء کے ذہن کو بدل نہیں سکتے تھے اور کوئی بھی بدلنے کی کوشش کرتا تو یہ اتحاد کی قیمت پر ہوتا جن لوگوں نے عرب دنیا اور دیگر اسلامی ملکوں کی علماء کی کتابیں پڑھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کے نقطہ نظر اور ہندوستانی علماء کے نقطہ نظر میں بڑا فرق ہے۔ یہ غلط ہے کہ ہندوستان کے علماء عالم اسلام کے تمام علماء سے زیادہ قابل فاضل اسرار دین کو اور مقاصد شریعت کو سمجھنے والے ہیں۔ تحزب تعصب جمود خمود تنگ نظری اور احساس برتری یہ ساری برائیاں ہیں جو ہندوستان کے علماء میں پائی جاتی ہیں ہندوستان کے علماء عام طور پر وسیع المطالعہ بھی نہیں وہ باہر کے علماء کی کتابیں نہیں پڑھتے وہ اپنے حلقہ سے باہر کے اہل علم کی تصنیفات بھی نہیں پڑھتے ہیں، یہاں ہر جگہ ہر مدرسہ فکر میں کچھ شخصیتیں اپنے طلبہ اور مریدوں کے درمیان ''نازش ملت'' اور ''بقیۃ السلف'' بنی ہوئی نظر آتی ہیں عقیدتوں کا ہالہ ان کے چاروں طرف ہوگا، حضرت مولانا محمد رابع حسنی صاحب کو مسلم پرسنل لا بورڈ کی شکل میں ایسے ہی علماء کی قیادت کرنی پڑی انہوں نے اپنی نرم مزاجی سے اتحاد کو ٹوٹنے نہیں دیا لیکن بورڈ بہرحال پرسنل لا کی حفاظت نہیں کرسکا۔ اس میں غلطی حضرت مولانا محمد رابع صاحب کی نہیں تھی گاڑی کے پہیے اگر سست رو اور زنگ خوردہ ہوں تو انجن بیچارہ کیا کرے، ناکامی کی ذمہ دار غلط مزاجی اور غلط روی ہے، لکیر کا فقیر بنے رہنا ہے اور مجتہدانہ نظر سے محروم ہوجانا ہے بقول اقبال:

نہ جانے کتنے سفینے ڈبو چکی اب تک　　فقیہ وصوفی وملا کی ناخوش اندیشی

مولانا محمد رابع حسنی رابطہ ادب اسلامی کے صدر بھی تھے یہ ایک ادبی تنظیم ہے جس کی شاخیں دنیا کے مختلف ملکوں میں پائی جاتی ہیں مولانا ابوالحسن علی ندوی اور ان کی ہم خیال عرب ادباء نے اس کی داغ بیل ڈالی تھی، ہندوستان میں بھی اس کے جلسے ہوتے ہیں۔ مولانا محمد رابع حسنی ندوی ایک معدن علم وروحانیت کے لولوے لالہ تھے، ان کے خاندان کی نامور شخصیت وہ ہے جسے دنیا سید احمد شہید کے نام سے جانتی ہے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ان کے حقیقی ماموں تھے، مولانا محمد رابع صاحب کی تربیت مولانا علی میاں نے کی تھی، وہ ان کے ساختہ پرداختہ تھے، وہی نرمی وہی لینت اور ملاطفت، دوسروں کے شیشہ دل کا خیال، وہی شیریں زبانی، خندہ پیشانی، شگفتہ روئی، وہی عبادات میں انہماک، ذکر ودعا اور تلاوت کا اہتمام اور ورع وابتہال، وہی اخلاص عمل اور خلق حسن، گفتگو میں احتیاط کہ کسی کی دلشکنی نہ ہو، غیبت سے دور اور نفور، رشتوں کا پاس ولحاظ، مسکینوں کی حاجت روائی، اسلام کی برتری کی فکر، عالم اسلام سے واقفیت، مسلمانوں کی اعانت، کثرت عبادت کی ساتھ ادائیگی حقوق، استحضار نیت، صلہ رحمی، مہمان نوازی اور علماء ؒ کی توقیر، دولت وحشمت کے معاملہ میں استغناء، اور زاہدانہ کردار، اور بیشمار خوبیاں جو ان میں تھین وہ مولانا علی میاں کی خصوصی تربیت کا نتیجہ تھیں۔ مولانا علی میاں عربی اور اردو دونوں زبانوں کے مصنف تھے مفکر تھے مولانا محمد رابع حسنی ندوی بھی عربی اور اردو دونوں زبانوں کے مصنف اور مفکر تھے، وہ مولانا الیاس اور مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا حسین احمد مدنی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کی مجلسوں میں بھی بیٹھ چکے تھے اور ان شخصیتوں سے انہوں نے پورا استفادہ کیا، انہوں نے عالم عرب کے دورے کئے اور وہاں طویل عرصہ تک قیام کیا اور وہاں کی شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں مولانا علی میاں کے ساتھ انہوں نے دنیا کے ملکوں کا سفر کیا۔ دنیا کے مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا عرب علماء کے افکار وخیالات سے واقف ہوئے اعلی تصنیفی ذوق خاندان میں موجود تھا اس ذوق کو جلا ملی، انہوں نے مولانا عبد الباری ندوی کی کتاب ''تجدید تصوف وسلوک'' کا عربی زبلان میں ترجمہ کیا اس وقت ان کی عمر ۲۰ یا ۲۲ سال کی تھی، اس کے بعد ان کی کتابیں لگاتار شائع ہوتی رہیں عربی میں بھی اور اردو میں بھی۔ عربی زبان میں ان کی پندرہ کتابیں شائع ہوئیں ان کی کتاب ''الادب العربي بین عرض ونقد'' اور ''منثورات من الادب العربي'' بہت سے مدارس اسلامیہ میں نصاب میں داخل ہے ان کی کتاب جزیرۃ العرب کا موضوع جغرافیہ ہے ان کی کتاب حج اور مقامات حج بھی مقبول کتاب ہے اور حج کے موضوع پر یہ واحد کتاب ہے جو جغرافیائی ذوق اور تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے ان کی کتاب امریکہ کا سفرنامہ بھی بہت معلوماتی کتاب ہے سیرت نبوی کے موضوع پر ان کی کتاب ''رہبر انسانیت'' بہت اہم کتاب ہے اور دعوتی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے اردو کے علاوہ انگریزی اور ہندی میں بھی موجود ہے ان کی کتاب ''قرآن مجید ایک رہبر کامل'' بھی بہت اہم کتاب ہے ان کا پورا خاندان اہل علم اور اہل قلم کا خاندان ہے، ان کے بھائی محمد واضح حسنی ندوی عربی زبان کے ادیب اور مفکر تھے اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے ان کے ایک اور بھائی محمد ثانی حسنی بہت اچھے شاعر ادیب اور مصنف تھے جنہوں نے ندوہ کا ترانہ بھی لکھا ہے، مولانا محمد الحسنی ان کے ماموں زاد بھائی نامور ادیب اور عربی کے صحافی تھے اور ان کے ماموں مولانا ابوالحسن علی ندوی کو تو دنیا جانتی ہے، پورا خاندان ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا مصداق ہے۔

مولانا محمد رابع حسنی ندوی بہت آسان زبان میں لکھتے تھے، لیکن فکر کے آبدار موتی پروتے تھے، انہوں نے مسلمانوں کے مسائل پر بہت لکھا اور بہت مفکرانہ انداز میں انہوں نے رہبری کی، ان کے یہ مفکرانہ مضامین عام طور پر ''تعمیر حیات'' میں شائع ہوتے تھے۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا انتقال بیک وقت علمی ادبی فکری اور روحانی قیادت کا خاتمہ ہے۔ مسلمانوں کی ظاہری اور باطنی خوبیوں کا چاند غروب ہوگیا ایسے میں اب عید کا چاند طلوع بھی ہوا تو کیا خوشی اور کیسی فرحت:

وفات پاچکے سب مرشدان کوئے جنوں　　ملال یہ ہے کہ دہلیز عاشقاں بھی

کتابوں کی دنیا ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

جامع الآثار فی اختصاص الجمعة بالامصار

بہار کی سرزمین میں اسلامی موضوعات پر گذشتہ تین دہائیوں کے درمیان تحقیق وتصنیف کے میدان میں جن لوگوں کے کارہائے نمایاں ہمارے سامنے آئے ان میں مولانا مفتی اختر امام عادل، مولانا مفتی خالد حسین نیموی، مولانا طلحہ نعمت ندوی اور مولانا مفتی محمد سعید انور مظاہری کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، تینوں اوّل الذکر کا کام اردو میں زیادہ سامنے آیا اسلئے تینوں حضرات سے اردو دنیا اچھی طرح واقف ہے، لیکن مفتی محمد سعید انور مظاہری (ولادت: ۱۹۸۴ء بن مرحوم محمد امام الدین) صالح پور بلہا تھانہ سنگھیا ضلع سمستی پور بانی ''مرکز البحوث فی الفقه الاسلامی'' صالح پور نے اپنی تحقیق وتعلیق کے لئے عربی اردو دونوں زبان بروئے کار لائے، اب تک (۲۰) بیس کتابیں چھپ چکی ہیں جن میں دس عربی فقہ، اصول فقہ، اور حدیث کی کتابوں پر تحقیق وتعلیق ہے اور دس اردو تصانیف اور تحقیقات پر مشتمل ہے۔ دس عربی کتابوں پر تحقیقات جو مفتی محمد سعید انور صاحب کی اب تک سامنے آسکی ہیں ان میں تحقیق ''آثار السنن مع التعليق الحسن'' ''اللآلئ المصنوعة في الروايات المرجوعة'' ''اصول الشاشي مع احسن الحواشي وعمدة الحواشي'' ''القول الحسن في ردّ ابكار المنن'' غنية المتملّي المعروف بالحلبي الكبير'' ''مختصر القدوري مع التنقيح الضروري'' ''الفوائد البهيّة في تراجم الحنفيّة'' البدور البازغة'' ''غاية البيان في شرح الهداية'' ''البرهان شرح مواهب الرحمن'' خاص طور سے قابل ذکر ہیں، ان میں سے دو آخر الذکر کتابیں زیر تحقیق ہیں۔

مولانا کی اردو کتابوں پر نظر ڈالیں تو ان میں تقلید شخصی کی ضرورت، قضاء شرعی کی ضرورت، ننگے سر نماز کی شرعی حیثیت، فرض نمازوں کے بعد دعاء کی شرعی حیثیت، عورتوں کی ملازمت کے مفاسد، تنویر الایضاح شرح اردو نور الایضاح، النكات والجواهر شرح الاشباه والنظائر، شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیتیں، معين المفتي شرح اردو شرح عقود رسم المفتي اور پیش نظر رسالہ جامع الآثار في اختصاص الجمعة بالامصار جیسی اہم کتابیں نظر آتی ہیں۔ جامع الآثار في اختصاص الجمعة بالامصار محدث کبیر مولانا ظہیر احسن شوق نیمویؒ کا اردو زبان میں جمعه في الامصار کے موضوع پر انتہائی وقیع رسالہ ہے جس کے اہم نکات کو علامہ نے آثار السنن کے التعليق الحسن اور تعليق التعليق کا حصہ بھی بنا دیا ہے، مولانا مفتی محمد سعید انور صاحب مظاہری نے اس رسالہ پر تحقیق اور تخریج کا کام جدید طریقۂ تحقیق کے مطابق انجام دیا ہے، اس کے علاوہ انہوں نے اس کتاب کے قدیم رسم الخط کو بدل کر اس پر ضروری تعلیقات درج کی ہے جس کی وجہ سے اس کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے اور پڑھنے والوں کے لئے اس کا پڑھنا اور سمجھنا آسان سے آسان تر ہوگیا ہے، علامہ ظہیر احسن شوق نیمویؒ عظیم آبادی کی معرکۃ الآراء کتاب ''آثار السنن'' سے میرا شغف قدیم رہا ہے، دوران درس سب سے زیادہ اسی کتاب کو پڑھانے کا شرف حاصل ہوا ہے، اللہ رب العزت نے اس کی شرح بھی تفہیم السنن کے نام سے لکھنے کی توفیق کی بخشی، علامہ کے احوال وآثار پر میری طویل تحریر کو حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ نے بحث ونظر میں شائع کیا اور وہ تحریر بعد میں تفہیم السنن کے مقدمہ کے طور پر اس کتاب کا جزء بن کر شائع ہوئی اور مفتی سعید انور صاحب مظاہری نے جامع الآثار میں اس کی تلخیص شامل کر دیا ہے، گذشتہ چند سالوں سے علامہ نیمویؒ کے رسائل کو کلیات کی شکل میں میں مرتب کر رہا ہوں؛ لیکن دفتری مشغولیات کی وجہ سے یکسوئی نہیں ہو پا رہی ہے، مفتی سعید انور مظاہری نے یہ اچھا کیا کہ اپنی تحقیق کا موضوع علامہ نیمویؒ کے بکھرے اور منتشر رسائل کو بنایا ہے اسی سلسلے کی پہلی کڑی جامع الآثار ہے، مفتی صاحب پوری دیوبندی مکتب فکر کی علمی دنیا کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے علامہ نیمویؒ کے اس در مکنون کو لباس نو عطا کرکے اہل علم کے سامنے پیش کردیا۔

اللہ رب العزت ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کی علمی خدمات کے دائرے کو مزید وسعت بخشے، نیز طباعت کے لئے وسائل کی فراہمی کی بھی دعاء کرنی چاہیئے کیونکہ اس کی کمی کی وجہ سے بہت سی تحقیقات منظر عام پر آنے سے رہ جاتی ہیں، اللہ رب العزت سے قبول عام وتام اور مولانا کی صحت وعافیت کے ساتھ درازی عمر کی دعاء پر اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔ آمین۔ ''يا رب العالمين وصلى الله على النبي الكريم وعلى آله وصحبه اجمعين''.

حکایات اہل دل

: مولانا رضوان احمد ندوی

ایک صحابیہ کا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: جنگ احد کے دوران مدینہ منورہ میں خبر پھیل گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے، اس خبر کے پھیلتے ہی مدینہ میں کہرام مچ گیا، عورتیں روتی ہوئیں گھروں سے باہر نکل آئیں، ایک انصاریہ عورت نے کہا جب تک اس کی خود تصدیق نہ کرلوں، میں اسے تسلیم نہیں کروں گی، چنانچہ وہ اس ایک سواری پر بیٹھی اور اپنی سواری کو اس پہاڑ کی طرف بھگایا، کافی قریب آئیں تو ایک صحابی آتے ہوئے ملے ان سے پوچھتی ہیں: ''**مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم**'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم نہیں، البتہ میں نے دیکھا کہ تیرے بیٹے کی لاش فلاں جگہ پڑی ہوئی ہے، اس عورت کو جوان سال بیٹے کی شہادت کی خبر ملی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی، اس ماں کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اثر ڈالا کہ بیٹے کی شہادت کی خبر سنی مگر کوئی پرواہ نہیں کی، سواری آگے بڑھاتی ہیں ایک اور صحابی ملے، پوچھتی ہیں، مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں، البتہ تیرے خاوند کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے، یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی اور آگے بڑھی، کسی اور سے پوچھا، مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ جواب ملا مجھے معلوم نہیں، البتہ تیرے والد کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے، اسی طرح بھائی کے لاش کے بارے میں بھی بتایا گیا کہ فلاں جگہ پڑی ہے مگر یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی، آگے ایک اور صحابیؓ ملے، پوچھی ہیں: ''**مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم**'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں جگہ موجود ہیں، چنانچہ سواری کو ادھر بڑھاتی ہیں، جب وہاں پہونچیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے وہاں اپنی سواری سے نیچے اتر گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا: ''**کل مصیبة بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم سهل**'' (میرے اوپر تمام مصیبتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے بعد آسان ہوگئیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۰۲/۲)

گلاب کے پھول پر شبنم: عشق ومحبت کی یہ داستان بھی عجیب ہے کہ غار ثور میں جس سوراخ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پاؤں رکھا تھا اس میں ایک سانپ تھا، اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک پر کاٹ لیا، جیسے ہی سانپ نے کاٹا، ابوبکر صدیقؓ کو تکلیف ہوئی اور زہر اثر کیا، ادب کی وجہ سے زبان سے کوئی لفظ نہ نکالا، کہ کہیں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ آجائے، لیکن درد کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آگئے اور سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دینی تھی کہ جب آنسو گرا تو زمین پر نہیں، بلکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخسار مبارک پر گرا، چہرۂ اقدس پر آنسو پڑتے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''**مایبکیک یاابابکر**؟'' اے ابوبکر! تو کیوں روتا ہے؟...ارے رحمۃ للعالمین تو تیرے گود میں ہیں، اس حال میں بھی روتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھو میں آنسو تھے بتادیا کہ اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میرا پاؤں اس سوراخ پر تھا، کسی موذی چیز نے پاؤں پر کاٹ لیا، جس کے زہر کی وجہ سے آنسو نکل آئے اور آنسو بھی گرے تو کہاں گرے؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور پر گرے، کسی شاعر نے اس پر بھی مضمون باندھ دیا۔ (خطبات ذوالفقار، ص: ۶۳/۶)

آنسو گرا ہے روئے رسالت مآبؐ پر   قربان ہونے آئی ہے شبنم گلاب پر

سبحان اللہ! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آنسو شبنم کی مانند اور میرے آقا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا رخسار گلاب کے پھول کی مانند، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا، ابوبکر! کیوں روتے ہو؟ عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زہر کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہے، اس لئے میں رو رہا ہوں، چنانچہ تاجدار مدینہ سرور کائنات فخر موجودات سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک اس زخم کے اوپر لگایا جس کی وجہ سے تکلیف بھی جاتی رہی اور زخم بھی ٹھیک ہوگیا۔

دیدار الٰہی کا یہ نسخہ بھی عجیب ہے: ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے پاس ایک آدمی آیا، وہ کہنے لگا، حضرت! ذکر واذکار اور عبادات میں زندگی گذر گئی ہے، مگر میرا دل ایک تمنا کی وجہ سے جل رہا ہے، جی چاہا کہ آج آپ کے سامنے وہ تمنا ظاہر کردوں، آپ نے پوچھا، کونسی تمنا ہے؟ کہنے لگا، حضرت! امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں سو مرتبہ اللہ کا دیدار ہوا تھا، میرا بھی جی چاہتا ہے کہ مجھے بھی اپنے خالق کا دیدار نصیب ہوجائے۔ حاجی صاحبؒ بھی حاذق طبیعت تھے، فرمانے لگے، اچھا، تم آج عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سو جانا، اس میں حکمت تھی، مگر وہ بندہ سمجھ نہ سکا، وہ گھر آیا، جب مغرب کے بعد کا وقت ہوا تو سوچنے لگا کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ تم عشاء کی نماز پڑھے بغیر ویسے ہی سو جانا، لیکن فرض بالآخر فرض ہے، چلو میں فرض پڑھ کر سنت چھوڑ چھوڑ کر سو جاؤں گا اور بعد میں پڑھ لوں گا، چنانچہ وہ فرض پڑھ کر سو گیا۔ رات کو خواب میں اسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار نصیب ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ''تم نے فرض پڑھ لئے مگر سنتیں کیوں نہ پڑھی'' اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی، صبح آ کر اس نے حاجی صاحب کو بتایا، حاجی صاحب نے فرمایا: او اللہ کے بندے! تو نے اتنے سال نمازیں پڑھتے گزار دیئے، بھلا اللہ تیری نماز قضا ہونے دیتے، کبھی ایسا نہ ہوتا، بلکہ وہ تیرے عملوں کی حفاظت فرماتے، اگر تو مغرب کے بعد سو جاتا تو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہوتا وہ تجھے جگا بھی دیتے اور تجھے عشاء کی توفیق بھی عطا فرما دیتے، مگر تو راز کو نہ سمجھ سکا، تو نے فقط سنت چھوڑیں تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا اگر تو فرض چھوڑ دیتا تو تجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوجاتا۔ (خطبات: ۱۲۹/۴)

شربتِ دیدار سے روزہ کا افطار: مواہب لدنیہ میں واقعہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن مخزومہؓ ایک بزرگ تھے، انہوں نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! جنگ یمامہ کے لئے جا رہا ہوں، اب اس جنگ میں میرے جسم کے ہر عضو کے اوپر زخم آئے، یہ دعا مانگی اور واقعی ایسا ہی ہوا کہ ان کو گھمسان کے رن میں اس طرح گھر گئے کہ ان کے جسم کے ہر ہر عضو پر زخم آئے، جب زخمی حالت میں تھے اور روح پرواز کرنے کے قریب تھی ایک مسلمان قریب ہوا تو اس مسلمان نے کہا کہ آپ کو پانی پلاؤں، آپ کے جسم کا ہر ہر عضو زخمی ہو چکا ہے، تو عبداللہ بن مخزومہ فرمانے لگے کہ نہیں میں اس وقت روزے کی حالت میں ہوں، شربتِ دیدار سے اپنے روزے کا افطار کرنا چاہتا ہوں، ایسی بھی محبت ہوتی ہے۔ اللہ اکبر... اللہ تعالیٰ اس محبت کا تھوڑا سا نشہ ہمیں بھی عطا فرما دے، پھر ہمیں عبادات کے اندر سکون نصیب ہوجائے گا... اس لئے کہا کہ (**العشق نار یحرق ماسوی اللہ**) عشق ایک آگ ہے جو ماسوا اللہ کو جلا کر رکھ کر دیتی ہے، اللہ کی محبت دل میں آتی ہے غیر سے انسان کی نگاہیں اٹھ جاتی ہیں۔ (تمنائے دل، ص: ۵۵)

اساتذہ کے احترام کی انوکھی مثال: حضرت شیخ الہندؒ نے تحریک ریشمی رومال کے دوران ارادہ فرمالیا کہ اب میں حرمین شریفین جاتا ہوں ایک دن آپ دارالعلوم دیوبند میں چارپائی پر بیٹھے دھوپ میں زمین پر پاؤں رکھے کسی کتاب کا مطالعہ کرر ہے تھے ان دنوں علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت کی عدم موجودگی میں بخاری شریف پڑھاتے تھے، اس دوران ان کی نظر حضرت پر پڑی، جب درس دے کر تھک گئے تو طلباء سے فرمایا کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں، میں ابھی آتا ہوں، انہوں نے درس کو موقوف کیا اور دارالحدیث سے باہر نکل کر سیدھے حضرت کے پاس آ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے، اس کے بعد حضرت سے عرض کرنے لگے حضرت! پہلے آپ یہاں تھے، جب ہمیں ضرورت پڑتی تھی تو ہم آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، آپ نے یہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا ہے، اس طرح تو ہم بے سایہ ہوجائیں گے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ یہ الفاظ کہے اور رونا شروع کردیا، حتی کہ انہوں نے بچوں کی طرح بلکنا شروع کردیا، حضرت شیخ الہندؒ نے بھی انہیں رونے دیا، جب ان کے دل کی بھڑاس نکل گئی، تو اس وقت شیخ الہندؒ نے انہیں تسلی کی بات کہی اور فرمایا، انور شاہ! ہم تھے، تو آپ ہماری طرف رجوع کرتے تھے اور جب ہم چلے جائیں گے تو پھر لوگ علم حاصل کرنے کے لئے تمہاری طرف رجوع کیا کریں گے، چنانچہ شاہ صاحب کو اس طرح تسلی کی باتیں کر کے واپس بھیج دیا، جب شاہ صاحب چلے گئے تو حضرت شیخ الہندؒ کے اپنے دل میں خیال آیا کہ ان کو تو اپنے استاد کی دعاؤں کی اتنی قدر ہے اور آج میں اتنے بڑے کام کے لئے جا رہا ہوں لیکن آج میرے سر پر تو استاد کا سایہ نہیں ہے جن کی دعائیں لے کر چلتا، چنانچہ یہ سوچتے ہی ان کو حضرت نانوتویؒ کا خیال آیا اور طبیعت میں رقت طاری ہوئی، لہذا وہیں سے اٹھے اور سیدھے حضرت نانوتویؒ کے گھر گئے، دروازے پر دستک دی اور ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر آواز دی، اماں جی! میں محمود حسن ہوں، اگر حضرت نانوتویؒ کے جوتے گھر میں پڑے ہیں تو وہ بھجوادیں، چنانچہ اماں جی نے ان کے جوتے ان کے پاس بھیج دیئے، حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے استاد کے جوتے اپنے سر پر رکھے اور اللہ رب العزت سے دعا کی، اے اللہ! آج میرے استاد سر پر نہیں ہیں، میں ان کے جوتے سر پر رکھے بیٹھا ہوں، اے اللہ اس نسبت کی وجہ سے تو میری حفاظت فرمالینا اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرمادینا، تو استادوں کی قدر اس وقت آتی ہے، جب دیکھنے کے لئے فقط ان کے جوتے باقی رہ جاتے ہیں۔ (خطبات ذوالفقار: ۱۰۶/۸)

شیخ شبلیؒ محبت ومعرفت کی دکان میں: شیخ شبلیؒ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت آپ کے پاس باطنی نعمت ہے، آپ یہ نعمت عطا کریں، چاہے اس کو مفت دے دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں، حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم دے نہیں سکو گے اور اگر مفت دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی، گورنر نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کے لئے تیار ہوں، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ یہاں کچھ عرصہ رہو، جب ہم دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القا وعطا کردیں گے، کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو، عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر رہا ہوں، فرمایا اچھا جاؤ بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ، گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنالی، ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرے خریدنے والے عامۃ الناس کی بحث وتکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوئی، چار ونا چار ایک سال گزرا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہوگئی ہے، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو، جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ، اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا، ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال مکمل ہوگیا، عرض کیا پتہ نہیں، حضرت نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ جاؤ بغداد شہر میں بھیک مانگو، گورنر صاحب حیران رہ گئے، حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبگار ہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو ادھر سے واپس چلے جاؤ، گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بغداد شہر میں چلے گئے، چند لوگوں کو ایک جگہ دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھایا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو، انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا، لہذا انہوں نے کہا کام چور شرم نہیں آتی، مانگتے ہوئے، جاؤ محنت ومزدوری کر کے کھاؤ، گورنر صاحب نے جلی کٹی سن کر غصے کا گھونٹ پیا اور قہر درویش برجان درویش والا معاملہ، عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال دریوزہ گری کرتے رہے، کسی نے کچھ نہ دیا، ہر ایک نے جھڑکیاں دیں، یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا، حضرت جنید بغدادیؒ گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر نکالنا چاہتے تھے، چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق کے بجائے خالق سے مانگنا چاہئے، پورا سال اسی کام میں گذر گیا۔

ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا شبلی، فرمایا: اچھا اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں، گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی، مگر شبلیؒ کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہوچکا تھا، اب حضرت کی ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی ہوگئیں، چند ماہ کے اندر احوال وکیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الٰہی سے لبریز ہوگیا، بالآخر حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک دن بلایا اور فرمایا: کہ شبلی آپ نہاوند کے علاقے کے گورنر رہے ہیں، آپ نے کسی پر زیادتی کی ہوگی، کسی کا حق دبایا ہوگا۔

آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ کسی کا حق آپ نے پامال کیا، آپ نے فہرست بنانا شروع کی، حضرت کی توجہات تھیں، چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فہرست تیار ہوگئی، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہوسکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو، جاؤ، ان لوگوں سے حق معاف کروا کے آؤ، چنانچہ آپ نہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی، بعض نے تو جلد معاف کردیا، بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا تھا، ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو، بعض نے کہا ہم اس وقت تک معاف نہ کریں گے جب کہ ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو، آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے، ان سے حق بخشواتے رہے حتی کہ دو سال کے بعد واپس بغداد پہنچے، اب آپ کی خانقاہ میں آئے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تھا، مجاہدے اور ریاضت کی چکی میں پس پس کر نفس مر چکا تھا۔ ''میں'' نکل گئی تھی، باطن میں تو ہی تو کے نعرے تھے، پس رحمتِ الٰہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کردیا، بس پھر کیا تھا، آنکھ کا دیکھنا بدل گیا، پاؤں کا چلنا بدل گیا، دل ودماغ کی سوچ بدل گئی، غفلت کے تار و پود بکھر گئے، معرفت الٰہی سے سینہ پرنور ہو کر خزینہ بن گیا اور آپ عارب باللہ بن گئے۔ (عشق الٰہی، ص: ۳۳ تا ۳۵)

زندگی کے بگاڑ کا سبب خوفِ خدا کا فقدان

مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ اگر پروردگار عالم کا ڈر نہ ہو اور آخرت میں جزا وسزا کا تصور نہ ہو تو انسان اپنے نفس کا بندہ اور زندگی کے ہر معاملہ کو صرف اپنے دنیاوی مفادات کے پس منظر میں دیکھنے والا بن جاتا ہے۔ اور یہ بات بعض وقت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کے خاطر دوسروں کے ساتھ حق تلفی بلکہ ظلم وچیرہ دستی کرنے سے بھی باز نہیں آتا، یہ بات قوموں کی زندگی میں بھی پائی جاتی ہے، اور افراد کی زندگی میں بھی نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ تاریخ انسانی میں خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے عاری معاشروں میں اس سلسلہ کے بڑے افسوسناک واقعات، ظالمانہ رویے برابر واقع ہوتے رہتے ہیں، قرآن مجید میں ایسے معاشرہ کا جہاں جہاں تذکرہ آیا ہے وہاں ان کے ظالمانہ طور وطریق کو واضح کیا گیا ہے، اور ان کے بگاڑ کے تذکرہ کے ساتھ اس کی بنیادی وجہ خدائے واحد کی تابعداری سے ان کے برگشتگی ظاہر کی گئی ہے۔ فراعنۂ مصر نے اپنے انتقال کرنے والے بادشاہوں کے پہار جیسے مقبرے بنانے کے لئے اپنے عوام سے کس قدر ظالمانہ طریقہ سے بیگار لیا اور اس کی بناء پر ظلم وزیادتی کے ذریعہ اپنی عظمت کے نشانات قائم کرنے کی مثالیں پیش کیں، پھر اپنے دنیوی فائدوں کے لئے اپنی ماتحت اقلیتی قوم بنی اسرائیل کی شریف زادیوں کو اپنی کنیزیں بنایا تا کہ ان سے بے محابا خدمت لیں اور فائدہ اٹھائیں، اور ان کے بچوں کو عمومی طور پر تہ تیغ کرنے کا طریقہ اختیار کیا کہ وہ بڑے ہو کر مقابلہ پر نہ آسکیں، قرآن مجید اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے: ’’ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔‘‘ دوسری طرف قوم عاد وثمود اور عمالقہ اپنی طاقت اور زوردستی کا مظاہر کرتے پھرتے تھے۔ جس کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ: ’’کہ ہر جگہ پر تم کوئی شاندار یادگار تعمیر کرتے ہو اور جس کسی پر تم طاقت کا استعمال کرتے تو بڑے جبار اور قہار بن کر طاقت کا استعمال کرتے ہو‘‘۔

قرآن مجید نے ان قوموں کا ذکر غالبًا اس لیے کیا کہ یہ آئندہ آنے والے لوگ سمجھیں کہ آئندہ بھی خدائے واحد سے برگشتہ اور آخرت فراموش قوموں کا بھی یہی وطیرہ بن سکتا ہے، لہٰذا لوگ اس کو سمجھیں اور اپنے کو باطل پسندی اور نفس پرستی سے ہٹا کر خدائے واحد کے مقرر کیے ہوئے راہ مستقیم پر گامزن کریں، ورنہ وہ عذابِ الٰہی کا شکار ہوں گے۔ قرآن مجید میں قوموں کے ساتھ ساتھ افراد میں اس طرح کے رویہ کی مثالیں بھی بیان کی گئی ہیں، جو زیادہ تر بنی اسرائیل کے افراد کی ہیں جب ان کا شروع کا اچھا زمانہ گذر جانے کے بعد ان کے بہت سے لوگ نفس پرستی اور دنیا طلبی میں مبتلا ہونے لگے اور بددیانتی اور خودغرضی اور ناانصافی کے مرتکب ہوئے جو کہ دنیا سے ان کی نفس پرستانہ محبت والفت کی وجہ سے اور خواہش نفس کی تابعداری میں ہوا۔ قرآن مجید میں یہ سب باتیں محض تاریخ بتانے کے لئے نہیں دی گئیں بلکہ یہ اس لئے بیان کی گئیں کہ آنے والی قومیں اور ان کے افراد سبق لیں اور اپنی زندگیوں کو صحیح رخ دیں، اور وہ صحیح رخ پروردگار عالم کی ناراضگی کے ڈر اور آخرت میں جزاء وسزا کے تصور سے جڑا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ جب انسانی معاشرے میں خرابیاں بہت عام اور بھیانک حد تک پہنچ جاتی ہیں تو پورا معاشرہ غضب الٰہی کا شکار ہوتا ہے اور بعض وقت اس کا اثر پورے معاشرے کی مکمل تباہی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ انسان عموماً اپنی طاقت ودولت کے نشے میں ان حقائق سے چشم پوشی کر لیتا ہے جس کا خراب انجام اس کو بعد میں جھیلنا پڑتا ہے۔ قرآن مجید نے بہت سے واقعات اسی سلسلہ کے بیان کیے ہیں، اور ان کا مقصد خدائے واحد پر ایمان رکھنے والوں کو توجہ دلانا ہے، ان میں بعض واقعات برسراقتدار نسل کے ماتحت نسلوں کو دبانے اور نظرانداز کرنے کے ہیں، بعض واقعات اصحاب اقتدار کی طرف سے اپنی رعیت کے ساتھ ظلم وحق تلفی اور استحصال کرنے کی صورت میں سامنے آتے ہیں اور بعض واقعات اہل ثروت وعظمت لوگوں کی طرف سے اپنی بے جا شان وعظمت کا مظاہرہ کرنے کے اور دوسروں کو اس کی خاطر پامال کرنے کے ہوتے ہیں، بعض واقعات معاشرہ میں کرپشن کے عام ہوجانے اور اپنی بے ہودگی پر جرأت کے ساتھ عمل کرنے کے ہیں اور بعض واقعات بدمعاملگی اور کاروبار میں دھوکہ دہی کرنے اور ڈنڈی مارنے کے عمل عام ہوجانے کے ہیں، ایسی قوموں کے سلسلہ میں جن میں مذکورہ بالا واقعات عام ہوئے اور ان کو سمجھانے والوں نے بہت بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے میں تبدیلی نہیں لائے، بالآخر کوئی ایسی مصیبت ان پر ڈالی گئی کہ پوری پوری نسل تباہ ہوگئی، کہیں زلزلہ سے، کہیں طوفان سے، کہیں کسی اور آسمانی اور زمینی آفت سے تباہی آئی، اور خدا کے حکموں کو پامال کرنے اور تکبر اور بے جا زوردستی اور زیادتی اختیار کرنے پر سزا دی گئی۔

آج کی دنیا میں ایسی خرابیاں موجود ہیں، اور بڑھتی جارہی ہیں، ان کے دور کرنے اور ان سے بچنے کی فکر مفقود ہے، انسانی معاشرہ کرپٹ ہوتا جارہا ہے اظہار شان وشوکت کے لیے شاندار عمارتیں، مالی منفعت کے لئے غریبوں سے استحصال کے ادارے حصول اقتدار کے لئے ہر طرح کا توڑ جوڑ طاقت وعظمت کے چھوٹے مظاہر کے اقتدار کے بل پر دوسروں کو دبانے اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے طریقے کاروبار ولین دین میں چالاکی اور دھوکہ دہی مذہبی یا نسلی بنیاد پر جور وظلم وحق تلفی وہ کون کون سی ایسی باتیں ہیں جو اس وقت کے انسانی معاشرے میں عام نہیں ہوتی جارہی ہیں، لیکن باوجود عہد حاضر کے جمہوریت اور مساوات کے دعووں اور نعروں کے اور آزادئ رائے اور حریت انسانی کے اعلانات کے اکثر جگہوں پر جبر واستحصال اور حق تلفی اور کمزور کو کمزور بنائے رکھنے کا سلسلہ جاری ہے، اور بعض بعض جگہوں پر تو ظلم وتعدی کی ماقبل تاریخ کی مثالیں تازہ کردی گئی ہیں، جن کی گواہی سائبریا میں جلاوطن کیے جانے والے افراد کے حالات اور جنوبی یورپ کے اقلیتی آبادیوں کے ساتھ سفاکی برتنے اور فسلطینیوں کے ساتھ حق تلفی اور ظلم کے واقعات سے ملتی ہے۔ دنیا کے کئی متمدن ترین اور آزادی وجمہوریت کے دعویدار ملکوں میں گورے اور کالے کے درمیان ظالمانہ امتیاز کی مثالیں ابھی ذہنوں میں تازہ ہیں، یہ تو اجتماعی دائرے کے حالات ہیں ان کے ساتھ ساتھ انفرادی زندگی کے دائرے میں خودغرضی، بوالہوسی، چیرہ دستی اور بداعمالی کے حالات دنیا کے اکثر خطوں میں کھلے طریقے سے دیکھے جاسکتے ہیں اور اس سب پر مستزاد یہ کہ خوف خدا کا فقدان اور آخرت کی جزاء وسزا سے مکمل بے نیازی صورت حال کو اور زیادہ خراب اور قابل مواخذہ بنا رہی ہے، ایسی صورت میں غضب الٰہی کا کسی وقت آجانا کوئی تعجب کی بات نہیں، اس سلسلہ میں مسلمانوں کو بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ ان میں بھی ان میں سے متعدد خرابیاں کھلے طریقہ سے دیکھی جاسکتی ہیں، یہ سب بہت ڈرنے کی اور خطرہ محسوس کرنے کی باتیں ہیں، پروردگار عالم یہ سب دیکھتا ہے اور ان باتوں کو جو ظلم وجبر اور خدائے واحد کے احکامات سے روگردانی اور آخرت کی جزاء وسزا سے بے پرواہی کی صورت میں ظاہر ہوتی جاتی ہیں سخت ناپسند کرتا ہے، لیکن اس کی طرف سے مہلت اور اصلاح کر لینے کا موقع دینے کا معاملہ ہے تا کہ خطا کار لوگ مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے کو درست کریں لیکن وہ اگر مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور نہ سمجھانے سے مانیں اور اپنی اصلاح نہ کریں تو ان کے لئے پھر پکڑ اور عذاب ہے۔ اولاً رہبران اخلاق ومذہب کی ذمہ داری ہے کہ خدا کا خوف دلائیں اور آخرت کی فکر سے ڈرائیں اور حالات کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائیں، قائدین ملک کی ذمہ داری ہے کہ بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے کی کوشش کریں، اور ایسی زندگی استوار کرنے کی طرف توجہ کریں جس میں امن ہو آپسی رواداری اور ہمدردی ہو، انسانیت کی قدروں کی پاسداری ہو، اور اپنے رب واحد کے احکام کی تابعداری ہو تا کہ ملک وملت چین و راحت امن وخوشحالی سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہو اور صحیح انسانی معاشرہ قائم ہوسکے۔

دینی مدارس کے ذمہ داروں کے نام

وصی سلیمان ندوی

دینی مدارس اس ملک میں مسلمانوں کے ملی تشخص وبقا کی علامت اور ان کی عظمت کا نشان ہیں، ان کے وجود سے ہمارا وجود وبقا متعلق ہے، اور ان کے دم سے ہماری دینی زندگی میں بہار ہے، مسلمانوں کے تمام طبقات میں دین کی جو رمق پائی جاتی ہے، عقائد کے سلسلہ میں جو بیداری ہے، عبادات میں جو سرگرمی ہے، معاشرت میں جو فکرمندی ہے، اخلاق میں جو بانکپن ہے وہ ان ہی مدارس کی دین ہے، اکال الامم کہے جانے والے اس ملک میں جہاں بڑی بڑی تہذیبیں مشرکانہ رسوم میں گم ہوگئیں، شرک وبت پرستی کے خلاف اٹھنے والی بہت سی اصلاحی تحریکیں دم توڑ کر دوبارہ شرک کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہوگئیں وہاں اب تک اسلام کا چراغ اپنی پوری جلوہ سامانی کے ساتھ جگمگا رہا ہے، اور اسلام اور اہل اسلام کے خلاف کی جانے والی ساری کوششیں ناکام ہورہی ہے، یہ بھی حقیقت میں ان مدارس کا فیض ہے، علوم اسلامیہ کی تعلیم، اپنوں اور بیگانوں میں اسلام کی دعوت، غیر اسلامی رسم ورواج کے خلاف مسلسل جدو جہد، اسلام پر مسلسل عامل رہنے کی عملی کوشش، ملک میں نارمل حالات بنائے رکھنے کی فکر ان کی جدوجہد کے نمایاں میدان ہیں۔

شوال کے اس مہینہ میں ہمارے مدارس اسلامیہ کا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے، اور نئے عزم وآہنگ کے ساتھ ایک نئی منزل کی تلاش میں یہ کارواں آگے بڑھتا ہے، تو اس موقع پر جہاں ایک طرف یہ ضروری ہے کہ عوام کو مدارس کے بے پناہ فیض سے واقف کرایا جائے اور خود مسلمانوں کے دینی تشخص کی بقا میں ان کا جو حصہ ہے اسے واضح کیا جائے، تا کہ حقائق کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگے اور کم از کم ملت کے بہی خواہ اور اصحاب ثروت اور ان کے ارباب حل وعقد یہ ماننے لگیں کہ اسلام اور اسلامی تشخص کے بقا کی ہر جدوجہد میں ان مدارس کا حصہ ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مدارس کے ذمہ داران اپنے سفر کے آغاز پر ان مدارس کی خدمات کو زیادہ کارآمد بنانے کے لئے مختلف پہلوؤں پر غور کریں اور کچھ نئے عزم وارادے کر کے ان کو مزید مفید اور ناگزیر بنانے کی جدوجہد شروع کریں۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ توجہ طلباء کی روحانی اور اخلاقی تربیت پر صرف کی جانی چاہیے، طالب علمی کی زندگی میں عام طور پر بچے دوسروں کو دیکھ کر سیکھتے ہیں، اور کسی کو اپنا آئیڈیل مان کر اس کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر مدارس کے اساتذہ وذمہ دار اور اس کے کارکن نماز پنجگانہ کے عادی نہیں ہوں گے تو طلباء سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی، اگر اساتذہ اخلاق وکردار کے سلسلہ میں نمایاں اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے اور غیرت وخودداری کی خو رکھنے والے موجود نہیں ہوں گے، تو ایسے ماحول سے اسلامی اخلاق وکردار کے حامل علماء کی امید کیسے کی جاسکتی ہے، اور وہ آہ سحرگاہی، نالہ نیم شبی، اور شب بیداری کی صفات اپنے اندر کیسے پیدا کرسکیں گے۔ اس مقصد کے لئے ہر ادارہ میں تمام اساتذہ کی دینی اعمال کی ادائیگی کی فکر کرنا اور ایک دو صاحب نسبت اہل دل شخصیات کا موجود ہونا ازبس ضروری ہے۔

موجودہ زمانہ میں ہمارے ملک کے جو حالات ہیں ان کا احساس کسی نہ کسی سطح پر ہر ایک کو ہے، ہندتو کا سیلاب خطرہ کے نشان کو پار کر چکا ہے، اور مسلمانوں کے دینی تشخص اور ان کے وجود کے لئے خطرہ کی گھنٹی بجنے لگی ہے، ہندوستان میں اب جب کہ تاریخ کا نیا ورق الٹا گیا ہے، اور وہ طبقہ حکمراں بن گیا ہے جس کے پاس صرف اقتدار نہیں ہے بلکہ وہ غالب اکثریت میں بھی ہے، وہ ہندوستان کو مسلمانوں کے لئے اسپین بنانا چاہتا ہے، اس کے مخصوص نظریات ہیں اور اس کا ارادہ بتدریج ملک کو ہندواسٹیٹ سے بدلنے کا ہے، ہمارے مدارس کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جس طرح 1857ء کے بعد عیسائیت کے طوفان کا مقابلہ کیا گیا تھا، جب انگریزوں کی حکمرانی تھی، اور ہم ان کے غلام تھے، اسی طرز اور اسی انداز سے اس نئے طوفان کا بھی مقابلہ کیا جانا چاہیے، اور منظّم حکمت عملی وضع کر کے میدان میں قدم رکھنا چاہیے، ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک موزوں حکمت عملی برادارانِ وطن میں دعوت اسلام کا مسلسل عمل بھی ہے، یہ یاس میں آس کی، اور مایوسی میں امید کی کرن ہے، اور ہمارے بہت سے اہل علم ودانش میں اس کی ضرورت کا احساس پیدا ہوچلا ہے، اس لئے بہت ضروری ہے کہ ہمارے مدارس، اپنے طلباء کو اس سلسلہ میں تیاری کرائیں اور ان میں غیر مسلموں سے گفتگو کرنے اور ان کے درمیان دعوت کا عملی کام کرنے کی مشق کرائیں، ضرورت کے بقدر ہندی زبان سیکھنے کے علاوہ ان میں جرأت وحوصلہ پیدا کرنے، اور حکمت وموعظت اور جدال احسن کی صفات سے آراستہ کرنے کی فکر کی جائے۔ مدارس سے فارغ ہونے کے بعد بہت سے طلباء کے سامنے کوئی روشن مستقبل نہیں ہوتا ہے تو کبھی کبھی وہ غیر اسلامی تنظیموں کے آلہ کار بن جاتے ہیں، اور مدرسہ نے ایک طویل عرصہ تک ان پر جو محنت کی ہے، وہ ضائع ہوجاتی ہے، اس وقت بڑی ضرورت ہے کہ تمام اہل مدارس اپنے فارغین کے لئے، فراغت کے بعد میدان کار مہیا کریں اور ان کی صلاحیت اور ضرورت کے لحاظ سے انہیں ذمہ داریاں سونپیں، اس طرح مدارس کو کام کے لئے بہتر افراد بھی مہیا ہوسکیں گے اور فارغ ہونے والے یہ طلباء بے راہ ہونے سے بچ سکیں گے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان بچوں کی ایک بڑی تعداد سرکاری اسکولوں اور انگریزی اداروں سے حصول تعلیم کے لئے وابستہ ہے، یہ بچے اس ماحول میں دینی تعلیم سے محروم، اور اپنے ایمان وعقیدہ کی بنیادی باتوں اور اپنی روشن تاریخ سے بے خبر رہ جاتے ہیں، اور بڑے ہو کر جب میدان عمل میں قدم رکھتے ہیں تو ان کا ایمان بہت کم زور بلکہ بعض اوقات مشتبہ محسوس ہوتا ہے، مسلمانوں کی تاریخ کی صحیح معلومات نہ ہونے کے سبب وہ ہمیشہ احساس کم تری کا شکار رہتے ہیں اور خود اسلام اور مسلمانوں کے لئے مسئلہ بن جاتے ہیں، دینی مدارس نے اس ملک کے مسلمانوں کی دینی قیادت کا ذمہ لیا ہے تو اس سلسلہ میں بھی انہیں عملی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے، اپنی نگرانی میں ابتدائی عصری تعلیم کے ایسے ادارے قائم کئے جائیں، جہاں دینیات اور عقیدہ کی تعلیم کا انتظام ہو اور اس کے بعد انہیں دوسرے اعلیٰ تعلیم کے اداروں کے حوالہ کیا جائے، اور جو بچے ابتدا ہی سے عصری تعلیم گاہوں میں داخل ہیں ان کی دینی فکر کے لئے شبینہ، جز وقتی مکاتب کا سلسلہ لازمی طور شروع کرنا وقت کی بڑی ضرورت ہے۔ ارباب مدارس سے نئے سال کے سفر کے آغاز پر ان چند گذارشات پر توجہ دینے کی درخواست ہے۔

مغربی ممالک کا نظام طلاق - ایک جائزہ

مولانا کمال اختر قاسمی

مغربی ممالک میں طلاق کے قانون میں متعدد اصلاحات ہوئی ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ وہاں طلاق کا آزادنہ استعمال نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس کے لئے کسی نہ کسی خاص سبب کا ہونا ضروری ہے، وہاں طلاق کے متعینہ اسباب کے تعلق سے دو مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، وہ یہ کہ طلاق سزا کے طور پر ہے، یا کسی مسئلہ کے حل کے طور پر، اسباب طلاق فرانس کے قانون میں طلاق کا نفاذ سزا کے طور پر کیا جاتا ہے، یعنی طلاق کے وہی اسباب معتبر ہوں گے جن میں کسی جسمانی یا ذہنی مجرمانہ اقدام کا تذکرہ ہو، وہاں طلاق کی اجازت کے تین بنیادی اسباب ہیں:

(۱) کسی دوسرے سے جسمانی رابطہ: فرانس کے قانون میں کسی اور سے جسمانی تعلق قائم کرنا طلاق کا حتمی سبب ہے، خواہ اس کا ارتکاب شوہر کرے یا بیوی، فرانسیسی آئین کے آرٹیکل ۲۷۸/ کے مطابق اگر بیوی سے اس عمل کا ارتکاب ہوتا ہے تو شوہر کو اختیار ہے کہ وہ متعلقہ سرکاری اداروں سے طلاق کا مطالبہ کرے اور آرٹیکل ۲۴۷/ میں اس کی صراحت ہے کہ اگر شوہر سے اس عمل کا صدور ہوتا تو بیوی کو بھی طلاق کے مطالبے کا حق ہے۔

(۲) جسمانی تشدد اور مجرمانہ اقدام: طلاق لینے کا دوسرا اہم سبب جسمانی تشدد اور مجرمانہ اقدام ہے، یعنی فریقین میں سے کوئی دوسرے کے ساتھ جسمانی تشدد یا اس قبیل کے کسی عمل کا ارتکاب کرے تو دوسرے کو حق ہے کہ وہ طلاق کا مطالبہ کرے اور عدالت سزا کے طور پر طلاق دلائے۔

آئین فرانس کے آرٹیکل ۲۴۷/ کے مطابق زوجین میں کسی کے ساتھ جسمانی تشدد یا ایسا عمل کیا گیا ہو، جس سے اس کے جسم اور شرف وحیثیت مجروح ہوئی ہو تو اس کو طلاق لینے کا حق ہے۔ جسمانی تشدد میں ہر وہ شامل ہے جس سے جسم کو تکلیف پہنچے اور شرف وحیثیت اور عزت نفس پر آنچ آئے، البتہ جس فریق کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اسے کورٹ میں اس مجرمانہ زیادتی کو ثابت کرنا ہوگا، اگر دوسرے فریق کی طرف سے کیا گیا عمل تادیبی کارروائی کے تحت آتا ہو اور یہ ثابت بھی ہوجائے تو اس کو طلاق کا سبب قرار نہیں دیا جائے گا، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ یہ زیادتیاں متعلقہ کورٹ کے ذریعہ تحقیقات کے بعد ثابت بھی ہوگئی ہوں، صرف یک طرفہ دعوے کا اعتبار نہیں ہوگا، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ رشتۂ ازدواج سے منسلک رہنے کے دوران میں یہ زیادتی ہوئی ہو، شادی سے پہلے اگر شناسائی تھی اور اس وقت کوئی زیادتی ہوئی تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(۳) سخت مزاجی اور اہانت آمیز رویہ: مسلسل سخت مزاجی، برے اور ناپسندیدہ معاملات، توہین اور اہانت آمیز رویے اور مسلسل گالی گلوج کو بھی طلاق کا حتمی سبب قرار دیا گیا ہے، یہ تمام اسباب جب پختہ ثبوتوں کے ذریعہ ثابت ہوجائیں اور کسی فریق کی طرف سے طلاق کا مطالبہ کیا جائے تو عدالت کے لئے لازمی ہے کہ ان کے درمیان طلاق کا فیصلہ کردے۔

ان اسباب کے علاوہ بعض دیگر اسباب کو بھی وجہ طلاق تسلیم کیا گیا ہے، مثلاً ایک دوسرے کے ساتھ برا معاملہ کرے، یا کسی کو شدید خوف ناک بیماری لاحق ہوجائے، یا عقل میں خلل ہوجائے یا شوہر کی مردانہ قوت میں کمی آجائے وغیرہ، یعنی ایسے اسباب پیش آجائیں جو کسی کی خوش گوار زندگی میں مشکلات پیدا کردے تو طلاق لینے کا مکمل اختیار ہوتا ہے۔

فرانس اور چند مغربی ممالک کے علاوہ دیگر ملکوں مثلاً امریکہ، برطانیہ، اٹلی، جرمنی وغیرہ میں طلاق کا نظریہ الگ ہے۔ وہاں طلاق ایک مجرمانہ عمل کی سزا کے طور پر نہیں دی جاتی، بلکہ وہ باہمی پیچیدگیوں اور مشکلات کا حل ہے، اس لئے ان ملکوں میں طلاق کے قانون میں بہت وسعت ہے، معمولی پریشانی یا ناپسندیدگی کی وجہ سے بھی فریقین طلاق کا مطالبہ کرسکتے ہیں اور عدالت کو طلاق کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے، ان ممالک میں بھی طلاق کے متعلق پہلے فرانسیسی قانون کی طرح سختی تھی، لیکن بعد میں اس کی اصلاحات کی گئیں اور طلاق کے اسباب میں وسعت پیدا کی گئی۔

وقوع طلاق کا طریقہ: مغربی ممالک میں طلاق کی اقسام نہیں ہیں اور نہ اس کے لئے کچھ خاص الفاظ ہیں، وہاں صرف ایک ہی طریقہ رائج ہے، وہ یہ کہ متعلقہ محکمہ میں دونوں میں سے کوئی فریق طلاق کی وجوہ ذکر کرتے ہوئے ڈاکومنٹ جمع کرکے طلاق کی درخواست کرتا ہے، متعلقہ محکمہ دوسرے فریق کو طلب کرکے اس سے طلاق کی دستاویز پر دستخط کراکر طلاق کا فیصلہ کردیتا ہے۔ مغربی ممالک بطور خاص انگلینڈ، فرانس اور اٹلی وغیرہ میں کسی آپسی بگاڑ اور لڑائی جھگڑے کی بنیاد پر فوراً طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے اور نہ اس طرح کی طلاق کو قابل قبول مانا جاتا ہے۔

طلاق کے لئے مرحلہ وار اقدامات ضروری ہیں، جو درج ذیل ہیں:

پہلا مرحلہ: تفصیلی درخواست، جس میں اس کی صراحت ضروری ہے کہ وہ لوگ آپس میں کم ازکم ایک سال سے شادی شدہ ہیں، اس کے ساتھ طلاق کے مندرجہ ذیل اسباب میں سے کسی کو پختگی کے ساتھ بنیاد بنانا ضروری ہے، پھر ان ذکر کردہ اسباب کی تفتیش کے بعد عدالت مناسب فیصلہ کرتی ہے۔

طلاق کی درخواست میں درج ذیل امور کی وضاحت ضروری ہے:

(الف) ناجائز جسمانی تعلق: فریق مخالف کے بارے میں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ اس نے مخالف جنس (دوسرے مرد یا دوسری عورت) کے ساتھ جسمانی رابطہ کیا ہے، جس کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنا ناقابل برداشت ہے، جس طرح عورت کے کسی مرد سے ناجائز جسمانی رشتہ رکھنے کی وجہ سے مرد طلاق دے سکتا ہے، اسی طرح عورت بھی اپنے شوہر کے کسی دوسری عورت کے ساتھ ناجائز جسمانی رشتے رکھنے کی صورت میں طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ جسمانی تعلق کے بجائے کوئی دوسرا اجنسی رابطہ یا موافق جنس کے ساتھ تعلق ہو تو اس کی وجہ سے طلاق کا اختیار نہیں رہتا۔

(ب) ناقابل برداشت اور غیر مناسب رویہ: دوسرے فریق کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کے ایسے ناقابل برداشت اور غیر مناسب رویے ہیں کہ ایک ساتھ زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے۔

(ج) باھمی رضامندی کے ساتھ کم از کم دوسال سے علیحدگی: یعنی اگر کوئی ایک اپنے شریک حیات سے دوسال سے علیحدہ ہو اور دوسرا طلاق کے لئے راضی ہو یا پانچ سال سے الگ ہو۔

(د) گھر سے نکال دینا: ایک دوسرے کا کسی کو گھر سے نکالنا مغربی قانون کے مطابق قابل سزا جرم ہے اور بھگانے والے کو سنگین مقدمات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس کے باوجود اگر کسی کے ساتھ یہ طرز عمل کیا گیا ہے تو اس کو طلاق لینے کا قانونی میں حق حاصل ہوتا ہے۔

طلاق کی اجازت کے لئے مندرجہ بالا اسباب میں سے کسی ایک کا طلاق کے لئے دی گئی درخواست میں صراحت کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر طلاق کی درخواست رد کردی جاتی ہے۔

دوسرا مرحلہ: وکیل طلاق کی درخواست مکمل کرنے کے بعد اسے مقامی طلاق سینٹر میں بھیج دیتا ہے، جہاں کورٹ کے ذریعے دستاویز کی مکمل جانچ کرائی جاتی ہے اور شوہر یا بیوی کے پاس اس کی کاپی ارسال کردی جاتی ہے، طلاق کی دستاویز کے ساتھ یہ سوال نامہ بھیجا جاتا ہے کہ اس معاملے کو کیسے حل کیا جائے، فریق ثانی کے لئے جواب دینے اور طلاق کے معاملے کو آگے بڑھانے کے لئے سات (۷) ہفتے کا وقت مقرر کیا جاتا ہے، جس میں اس کو کورٹ میں حاضر ہونا اور واضح جواب دینا ضروری ہوتا ہے۔

تیسرا مرحلہ: طلاق کا تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ فریق ثانی کے جواب کے بعد ایک درخواست عدالت میں جمع کرنی ہوتی ہے، جس میں کورٹ سے درخواست کی جاتی ہے کہ جج کے سامنے ان دستاویزات کو لایا جائے اور جج ان کی روشنی میں فیصلہ سنائے۔

چوتھا مرحلہ: طلاق کا چوتھا مرحلہ یہ ہے کہ چھ (۶) ہفتے انتظار کے بعد مدعی کو پھر ایک تیسری درخواست عدالت میں جمع کرنی ہوتی ہے، جس میں کورٹ سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اب مطلق آرڈر جاری کیا جائے، چنانچہ اس مرحلے میں آکر جج نکاح کے ختم ہوجانے کا اعلان کرتا ہے۔

امریکہ میں طلاق کے قوانین: ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں نکاح کے قوانین کی طرح طلاق بھی ریاستی حکومتوں کے اختیارات کے تحت آتی ہے، چنانچہ مختلف ریاستوں میں طلاق کے الگ الگ قوانین ہیں، ۱۹۷۰ء کی دہائی سے پہلے طلاق دینے والے شوہر یا بیوی کو ایک دوسرے کی ایسی غلطی یا ایسے ظالمانہ رویے کو پختہ ثبوتوں کے ساتھ ثابت کرنا ضروری تھا، جن کی بنیاد پر اسے مجرم ثابت کیا جاسکے، ۲۰۱۰ء میں اس قانون کو منظوری مل گئی کہ شوہر بیوی کے درمیان معمولی اختلاف یا عدم مطابقت کی بنیاد پر بھی کورٹ کے ذریعے طلاق حاصل کی جاسکتی ہے، اسی طرح اگر کسی کو اپنی زندگی میں کوئی اور (عورت یا مرد) پسند آجائے تو اسے وجہ بتائے بغیر بھی ایک دوسرے سے قانونی علیحدگی کا مکمل اختیار ہے۔

طلاق کے اصول وضوابط اور اس کی کاروائیاں وفاقی ادارے کے بجائے ریاستی حکومت کی طرف سے انجام دی جاتی ہیں، جس ریاست میں جوڑے رہائش پذیر ہیں، وہیں طلاق کی قانونی کاروائی انجام پائے گی، خواہ نکاح کسی دوسری ریاست میں ہوا ہو، نکاح کی دستاویز کے ساتھ طلاق کی درخواست دینا ضروری ہوتی ہے، جس پر چھ (۶) ہفتوں کے اندر کارروائی کردی جاتی ہے، بعض صورتوں میں حکومتی ادارے سادہ طلاق کو بھی تسلیم کرتے ہیں، جس میں ہر ایک کو طلاق لینے یا دینے کا اختیار ہوتا ہے، اس کے لئے یہ شرائط ناگزیر ہیں کہ نکاح کو پانچ برس کی مدت گزر گئی ہو، کوئی بچہ ساتھ نہ ہو، کوئی حقیقی پراپرٹی ایک ساتھ نہ ہو، نکاح کے بعد سے چھ ہزار ڈالر سے زیادہ کسی طرح کا قرض نہ لیا گیا ہو، موجودہ رہائشی مکان کے علاوہ کوئی اور پراپرٹی کرائے پر نہ لی گئی ہو اور نکاح کے دوران حاصل کی گئی پراپرٹی گاڑیوں وغیرہ کی تقسیم پر دستخط شدہ تحریر جمع کی جائے۔

مغرب میں طلاق کی شرح: مغربی ممالک میں طلاق کی شرح بہت زیادہ ہے، دفتر برائے قومی اعداد وشمار کی رپورٹ میں درج ہے:

In 2011 42% of marriages ended in divorce 34% of married couples divorce before thire 20th wedding anniversary thats more than one in three

۲۰۱۱ء میں ۴۲/ رفیصد شادیاں طلاق کی نذر ہوگئیں، عام طور پر شادی شدہ جوڑوں میں سے ۳۴/ رفی صد جوڑے اپنی بیسویں سالگرہ سے قبل ہی طلاق دے دیتے ہیں، جو کل شادی شدہ جوڑوں کے تین میں ایک سے بھی زیادہ ہے۔

مغرب میں طلاق کی شرح: سرکاری محکمۂ اعداد وشمار میں طلاق کی شرح کا اندازہ کرنے کے لئے متعدد پیمانوں کا استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً برطانیہ کی پوری آبادی میں سے ایک ہزار مرد اور ایک ہزار خواتین کو پیمانہ بنا کر ایک رپورٹ تیار کی گئی، ۲۰۰۹ء میں ۱۵/ سال سے زائد عمر کی خواتین میں طلاق کی شرح ایک ہزار میں ۹/ اعشاریہ ۷/ رفیصد ہے اور مردوں میں یہی فی صد کم ہو کر ۹/ اعشاریہ ۲/ رفیصد ہے، حکومت فرانس کے محکمۂ اعداد وشمار نے اپنی ویب سائٹ پر جو تفصیلات درج کی ہیں، ان میں ۲۰۰۴ء کو بنیاد بناتے ہوئے ۲۰۱۶ء تک کی طلاق کی تعداد کو شامل کیا ہے، ۲۰۰۴ء میں طلاق کی کل تعداد ایک لاکھ اکتیس ہزار تین سو پینتیس ہزار (۱,۳۱,۱۳۵) تھی، جب کہ ۲۰۱۶ء میں ایک لاکھ اٹھائیس ہزار تینتالیس (۱,۲۸,۰۴۳) ہوگئی، درمیان کی مدت میں چند ہزار کی کمی بیشی کے ساتھ یہی تعداد رہی، اس رپورٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ ۲۰۱۴ء میں ۱۰۰/ رشادیوں میں سے ۵۲/ طلاق پر ختم ہوئیں، فرانس کا محکمۂ اعداد وشمار ان تفصیلات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ طلاق کی تعداد میں اگرچہ کمی آئی ہے، لیکن جس طرح شادیوں سے زیادہ طلاق کا وقوع ہوا ہے، یہ پورے مغربی ممالک کے لئے نہایت گمبھیر مسئلہ ہے، رپورٹ میں کہا گیا ہے:

in 2016 the number of divorce in france was of 1,28,043 compared to 1,31,335 in 2014. france had a number wich was not one of the highest in Eorope bet that emphesizes the fact that in recent years, divorce is a phenomenon with a sighnificant impact on western countries.

فرانس میں ۲۰۱۶ء میں طلاق کی تعداد ۱,۲۸,۰۴۳ تھی، جو ۲۰۱۴ء کے مقابلے میں کم ہے، کیونکہ ۲۰۱۴ء میں ۱,۳۱,۳۳۵ تھی، فرانس میں طلاق کی یہ تعداد دوسرے یورپی ممالک کے مقابلے میں زیادہ تو نہیں ہے، لیکن یہ تعداد اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ طلاق کا یہ رجحان مغربی ممالک کے لئے سنگین مسئلہ ہے"۔ اس تجزیہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مغربی ممالک میں شرح طلاق مشرقی ممالک سے کئی گنا زیادہ ہے، جس سے عدم توازن کا احساس ابھرتا ہے۔

اخبارِ جہاں

محمد عادل فریدی

ترکی کے انتخابات میں ترک تارکین وطن کے لیے ووٹنگ کا آغاز

14 مئی کو ترکی کے مجوزہ صدارتی اور پارلیمانی انتخابات کے سلسلے میں بیرون ملک آباد ترک باشندے جمعرات 27 اپریل سے اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہوئے ووٹنگ میں حصہ لے رہے ہیں۔ بیرون ملک رہائش پذیر ترک باشندوں میں ووٹنگ کے حقدار ڈیڑھ ملین ملین ترک تارکین وطن کی سب سے بڑی کمیونٹی جرمنی میں آباد ہے۔ بیرون ملک ووٹروں کے لیے اپنا ووٹنگ کا حق استعمال کرنے کی آخری تاریخ نو مئی ہے۔ صرف جرمنی میں ترکی کے صدارتی اور پارلیمانی انتخابات کی ووٹنگ کے لیے کل 26 پولنگ اسٹیشنز قائم کیے گئے ہیں۔ ترکی کے 2018ء کے صدارتی انتخابات میں جرمنی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ جس کی سب سے بڑی وجہ ترک صدر رجب طیب ایردوآن کی طرف سے جرمن حکام پر لگائے گئے وہ الزامات تھے جن میں انہوں نے جرمن حکام کو ان کی الیکشن مہم میں رخنے ڈالنے کا زمہ دار قرار دیا تھا۔ یہ موضوع گزشتہ الیکشنکے موقع پر ایک انتہائی گرما گرم بحث کا سبب بنا رہا تھا۔

20 سال اقتدار میں رہنے کے بعد رجب طیب ایردوآن کو اس بار اپنے سخت ترین انتخابی امتحان کا سامنا ہے۔ تاحال اندازوں کے مطابق حالیہ انتخابات کے امیدواروں کے درمیان کانٹے کے مقابلے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ ترکی کے اس بار کے انتخابات میں ایک غیر معمولی اپوزیشن کیمپ کے رہنما کمال کلیچ دار اولو ہیں۔ یہ اپوزیشن کیمپ دراصل سیکولر، قدامت پسند اور قوم پرست گروہ کے طور پر کافی طاقتور مانا جاتا ہے۔ اگر 14 مئی کے الیکشن میں کوئی ایک امیدوار 50 فیصد سے زائد ووٹ حاصل نہ کر سکا تو صدارتی عہدے کے دو حتمی امیدواروں کے درمیان مقابلے کا ایک دوسرا مرحلہ 28 مئی کو منعقد ہوگا۔ واضح رہے کہ ترکی میں حزب اختلاف آئندہ صدارتی انتخابات میں طویل عرصے سے برسر اقتدار رہنے والے صدر رجب طیب ایردوآن کو چیلنج کرنے کے لیے مشترکہ امیدوار کی تلاش میں تھی۔ اب آخرکار انہیں ریپبلکن پیپلز پارٹی (سی ایچ پی) کے رہنما کمال کلیچ دار اولو کی شکل میں 14 مئی کے انتخابات میں ایردوآن کا مدمقابل مل چکا ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

ایرانی سپریم کورٹ نے جرمن شہری کی سزائے موت پر مہر لگادی

ایران کی سپریم کورٹ نے ”زمین پر فساد برپا کرنے“ کے الزام میں ایران نژاد جرمن شہری جمشید سرمد کی سزائے موت کو برقرار رکھا ہے۔ جرمن وزیر خارجہ کا کہنا ہے کہ اس مقدمے کی سماعت منصفانہ طور پر نہیں ہوئی۔ ایک ایرانی عدالت نے پہلی بار جمشید سرمد کو فروری میں، شہر شیراز میں 2008 میں ہونے والے ایک مہلک حملے میں ملوث ہونے کے جرم میں، سزائے موت سنائی تھی۔ اس حملے میں 14 افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ عدلیہ کے ترجمان مسعود ستیشی نے کہا کہ سپریم کورٹ نے سزا کی توثیق کر دی ہے۔ نچلی عدالت کو مطلع کرنے کے بعد، سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں گے۔ ادھر جرمن وزیر خارجہ اینالینا بیئربوک نے اس کے ردعمل میں کہا کہ ایران کا یہ فیصلہ ”ناقابل قبول“ ہے۔ انہوں نے کہا کہ 68 سالہ جمشید سرمد کے مقدمے کے دوران کسی بھی وقت منصفانہ سماعت کا آغاز تک نہیں ہوا۔

بیئربوک نے بتایا کہ ایران میں جرمنی کے سفیر سرکاری کام کاج کے سلسلے میں ملک میں ہی تھے، جنہیں اپنا دورہ مختصر کرنا پڑا اور اب انہیں ایرانی حکام کے ساتھ بات چیت کے لیے واپس تہران بھیجا گیا ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

قطر میں بھارتی بحریہ کے 8 افسران کو موت کی سزا کا سامنا

قطر میں اسرائیل کے لیے جاسوسی کرنے کے الزام میں گرفتار انڈین نیوی کے 2 کمانڈر سمیت 8 سابق اہلکاروں کو سزائے موت ہوسکتی ہے۔ انڈین نیوی کے اعلیٰ ملٹری ایوارڈ یافتہ کمانڈر پرنیندا تیواری سمیت 8 ریٹائرڈ افسران قطر میں الظاہرہ گلوبل ٹیکنالوجیز اینڈ کنسلٹنسی سروسز میں ملازمت کر رہے تھے۔ بھارتی بحریہ کے ان آٹھوں سابق افسران کو گزشتہ برس اگست میں قطر کے اسٹیٹ سیکیورٹی بیورو نے حراست میں لیا تھا۔ گرفتار ہونے والے 8 نیوی اہلکاروں میں سے دو کمانڈرز تھے۔ (نیوز ایکسپریس)

ترکیہ بھی جوہری طاقت رکھنے والے ممالک کی صف میں شامل

ترکیہ نے روس کے تعاون سے تعمیر کیے گئے ملک کے پہلے جوہری پاور پلانٹ کا افتتاح کر دیا ہے۔ ترک خبر رساں ایجنسی انادولو کے مطابق جمعرات کو ترک صدر رجب طیب ایردوان نے پہلی بار اکویو پاور پلانٹ کو جوہری ایندھن کی ترسیل کی تقریب سے اپنے ورچوئل خطاب کے دوران کہا کہ ترکی 60 سال کی تاخیر کے بعد دنیا میں جوہری طاقت رکھنے والے ممالک کی صف میں شامل ہوگیا ہے، اکویو پاور پلانٹ کو ہوا اور سمندر کے ذریعے جوہری ایندھن کی ترسیل کے ساتھ اس پلانٹ نے اب ایک جوہری پلانٹ کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔ اکویو جوہری پلانٹ ترکیہ کے جنوبی صوبے مرسین میں تعمیر کیا گیا ہے جس کی پیداواری صلاحیت 4,800 میگاواٹ اور چار ری ایکٹرز تک متوقع ہے، جوہری پلانٹ اس سال کے آخر میں بجلی کی پیداوار شروع کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ اکویو جوہری پلانٹ کے لیے ترکی اور روس کے درمیان ایک بین الحکومتی معاہدے پر مئی 2010 میں دستخط کیے گئے تھے اور پلانٹ کے سنگ بنیاد کی تقریب 3 اپریل 2018 کو منعقد ہوئی تھی جس کے بعد پہلے یونٹ پر تعمیر شروع ہوئی۔

یہ منصوبہ ترکیہ کی قدرتی گیس کی درآمدات کو سالانہ 1.5 ارب ڈالر تک کم کرنے میں کردار ادا کرے گا اور قومی آمدنی میں اضافے کا بھی باعث بنے گا۔ (نیوز ایکسپریس)

تھائی لینڈ کی خاتون 12 دوستوں کو زہر دے کر قتل کرنے کے الزام میں گرفتار

تھائی لینڈ کی پولیس کا کہنا ہے کہ انھوں نے ایک خاتون کو گرفتار کیا ہے جس پر اپنے 12 دوستوں اور جاننے والوں کو سائنائیڈ زہر دے کر ہلاک کرنے کا شبہ ہے۔ سارارت رنگسیو تھاپورن کو ایک دوست کی موت کے بارے میں حالیہ پوچھ گچھ کے بعد منگل کو بنکاک میں گرفتار کیا گیا تھا۔ متاثرہ خاندان نے اس ماہ کے اوائل میں سارارت کے ساتھ سفر کے دوران اپنی بیٹی کی موت کے بعد شکوک وشبہات کا اظہار کیا تھا۔ رواں ہفتے پوچھ گچھ کے بعد پولیس کا کہنا ہے کہ انھیں شک ہے کہ سارارت نے اپنے سابقہ بوائے فرینڈ سمیت 11 دیگر افراد کو بھی ہلاک کیا ہے۔ پولیس کا الزام ہے کہ انھوں نے ان افراد کو مالی معاملات کے باعث قتل کیا ہے۔ سارارت نے ان الزام کو مسترد کیا ہے جبکہ تھائی لینڈ کے حکام نے ان کی ضمانت کی درخواست کو رد کیا ہے۔ پولیس نے بتایا کہ دو ہفتے قبل وہ اپنی ایک دوست کے ساتھ بنکاک کے مغرب میں واقع صوبہ رتچابوری گئیں تھی جہاں انھوں نے ایک دریا پر بدھ مت کے تحفظ کی رسم میں حصہ لیا تھا، جس کے فوراً بعد ہی ان کی دوست سری پورن خانونگ دریا کے کنارے گر گئیں اور ہلاک ہوگئیں تھیں۔ (بی بی سی لندن)

کیلفورنیا سینیٹ کے فیصلے سے ہندوتوا تنظیموں کو دھچکا

شبنم سریتا (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

امریکہ کی مغربی ریاست کیلفورنیا کی سینیٹ جوڈیشیری کمیٹی نے ذات پات کی بنیاد پر تفریق کے متعلق بل کی منگل کے روز اتفاق رائے سے توثیق کر دی۔ کیلفورنیا کی پہلی مسلم اور افغان سینیٹر عائشہ وہاب نے یہ بل پیش کیا اور کمیٹی کے تمام آٹھوں اراکین نے اس کی حمایت میں ووٹ دیا۔ اس بل کو ہندوتوا کی علمبردار تنظیموں کے لیے ایک بڑا دھچکا قرار دیا جا رہا ہے کیونکہ کئی انتہائی بااثر امریکی ہندو تنظیمیں اس بل کی مخالفت کر رہی تھیں۔ تاہم امریکہ میں ذات پات کی وجہ سے زیادتیوں کا شکار ہونے والے افراد اسے اپنی فتح قرار دے رہے ہیں۔

نیپال میں پیدا ہوئے سماجی کارکن پریم پریار کو وہ واقعہ یاد ہے جب کیلفورنیا کے بے ایریا میں پہلی مرتبہ انہیں ان کی ذات یاد دلائی گئی۔ وہ بتاتے ہیں، ”دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی ہاتھ میں پلیٹ اور چمچ لیے ٹیبل کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن جب کھانا لینے کی میری باری آئی تو میزبان نے کہا، ”پریم کیا تم رکو گے؟ میں تمہارے لیے کھانا لاتا ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، میں آپ کا کھانا گندا نہیں کروں گا۔“

جنوبی ایشیا میں ذات پات پر مبنی سماجی ڈھانچہ ہزاروں سال پرانا ہے۔ اس میں صفائی ستھرائی اور گندگی سے متعلق ضابطے بھی ہیں۔ اور ان کی بنیاد پر کچھ طبقات کو "اچھوت" قرار دے دیا گیا۔ یہ لوگ خود کو اس ڈھانچے کی سب سے نچلی سیڑھی پر دیکھتے ہیں۔ ذات پات پر مبنی ان گروپوں کو بعض دیگر گروپوں کے ساتھ ملا کر ”دلت“ کہا جاتا ہے۔ کھانا بھی ذات پر مبنی پاکی وصفائی کے پیمانوں میں سے ایک ہے اور اس حوالے سے ہزاروں برسوں سے چلے آ رہے ضابطوں کے مطابق دلت جس کھانے کو چھو لیں وہ ”گندا“ ہو جاتا ہے۔ یعنی غیر دلت اسے نہیں کھا سکتے۔ 2015 میں کیلفورنیا آنے پر پیریار کو یہاں بھی اس کا تجربہ ہوا۔ پیریار ڈیموکریٹک سینیٹر عائشہ وہاب کی حمایت کرتے ہیں، جو کیلفورنیا میں ذات پر مبنی تفریق کو ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ مارچ میں وہاب نے ایک بل پیش کیا جسے منگل کے روز سینیٹ کی جوڈیشیری کمیٹی نے پاس کر دیا۔ اس بل کے قانونی شکل اختیار کر لینے کے بعد کیلفورنیا میں ذات پات کی بنیاد پر تفریق کا خاتمہ ہو جائے گا۔

سیاٹیل اور کیلفورنیا ٹیکنالوجی کا مرکز ہیں، جہاں بڑی تعداد میں جنوب ایشیائی افراد بڑی ٹیک کمپنیوں میں ملازمت کرتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک سسکو پر ایک کیس چلا جب اس کے ایک ملازم نے اپنے دو سپروائزروں پر ذات کی بنیاد پر تفریق کرنے کا الزام لگایا۔ اس مقدمے نے امریکہ میں ذات پات کی بنیاد پر مبنی تجربات پر ایک بحث چھیڑ دی اور ایکوالٹی لیب نامی ایک سماجی تنظیم نے اسے اپنا موضوع بنایا۔ 2018 میں ایکوالٹی لیب نے امریکہ میں ذات پات کی بنیاد پر ایک تحقیقاتی رپورٹ شائع کی۔ 1500 افراد سے انٹرویو پر مبنی اس رپورٹ میں حصہ لینے 60 فیصد افراد کا کہنا تھا کہ دلتوں کو ذات پات کی بنیاد پر توہین آمیز مذاق اور طنز برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ 2021 میں کارنیگی اینڈومنٹ فار انٹرنیشنل پیس کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ تقریباً نصف بھارتی امریکی ہندو کسی ذات کے ساتھ اپنی شناخت جوڑتے ہیں۔ "بہت سے تارکین وطن اپنے ساتھ اپنی ذات پات کی شناخت لے کر آتے ہیں جن کی جڑیں ان کے آبائی وطن سے جڑی ہوتی ہیں حالانکہ بہت سے لوگوں نے امریکی شناخت کے لیے اسے ترک بھی کر دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود تفریق کرنے والی طاقتوں اور ان کی شناخت سے وابستہ سوالات سے انہیں نجات نہیں مل سکی ہے۔

جب پریم پریار نے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعے کے بارے میں ایک دلت ساتھی کو بتایا تو ان کا کہنا تھا، ”پریم جی آپ نئے ہیں، میں یہاں گزشتہ دس برس سے ہوں اور میں نے کئی مرتبہ اسے جھیلا ہے۔“

کیلفورنیا میں اس بل کے قانونی شکل اختیار کر لینے کے بعد امریکہ کے دیگر ریاستوں پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوں گے کیلفورنیا میں اس بل کے قانونی شکل اختیار کر لینے کے بعد امریکہ کے دیگر ریاستوں پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔ سری نواس ایمرسن کالج میں اینتھروپولوجی کی پروفیسر اور ہارورڈ کی ڈیوینیٹی اسکول کی فیلو ہیں۔ وہ امریکہ میں ذات پات کی بنیاد پر تفریق کو ہندو کلچر کے مقامی حصے کے طور پر دیکھتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں، ”ہم اسے اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں۔ اس نئی جگہ، امریکہ میں، جہاں ہم مساوات کی لیبارٹری میں تجربہ کر رہے ہیں، ہم اس کو اپنے کلچر کے طور پر دیکھتے ہیں۔“ سری نواس کا کہنا ہے کہ بھارت میں، جہاں اس کی شروعات ہوئی، ذات پات کے اثرات کا کبھی پورے طور پر جائزہ نہیں لیا گیا، ایسے میں امریکہ میں یہ کام اور زیادہ مشکل ہوگا۔

حالانکہ بل کی مخالفت کرنے والے موجودہ امریکی قوانین کا ذکر کرتے ہیں جن میں خاندان کی بنیاد پر تفریق کی بات موجود ہے اور انہیں لگتا ہے کہ یہ ذات پات کی بنیاد پر تفریق کے لیے بھی کافی ہے۔ لیکن عائشہ وہاب کا کہنا ہے کہ اس بل میں سب سے بڑی چیز تحفظ ہے۔ اس سے لوگوں کو محسوس ہوگا کہ ان کے پاس کچھ ہے اور اگر ان کے خلاف ذات پات کی بنیاد پر کوئی کارروائی ہوتی ہے تو وہ اس کے خلاف اقدامات کر سکتے ہیں۔ وہاب کا خیال ہے کہ کیلفورنیا میں اس کے قانونی شکل اختیار کر لینے کے بعد امریکہ کے دیگر ریاستوں پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

امارت شرعیہ فسادمتاثرین کوانصاف دلانے کے لیے پرعزم: نائب امیرشریعت

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب کی قیادت میں امارت شرعیہ کا ایک اعلیٰ سطحی وفد نالندہ کے فساد متاثرین کے درمیان پہونچا اور متاثرین کو چیک کی شکل میں نقد امداد پیش کی ساتھ ہی رمضان کٹس کے طور پر اشیائے خوردنی بھی ان کے درمیان تقسیم کیے اور تمام متاثرین سے ملاقات کر کے انہیں تسلی دی۔ راحت رسانی کے اس عمل میں امارت شرعیہ کے رکن شوریٰ جناب احسان الحق صاحب اور بہار شریف کے قاضی شریعت مولانا منصور عالم قاسمی شریک تھے۔ خیال رہے کہ رام نومی کے موقع پر فسادیوں نے بہار شریف میں فساد برپا کیا اور مسلمانوں کی املاک کو زبردست نقصان پہونچایا۔ اورایک سوسالہ قدیم مدرسہ عزیزیہ کو نذر آتش کر دیا، جس میں اس کی قدیم لائبریری ہزاروں کتابوں سمیت پوری طرح آگ کی نذر ہوگئی۔ حضرت نائب امیر شریعت کی قیادت میں ایک بار پہلے بھی امارت شرعیہ کے وفد نے فساد زدہ علاقہ کا دورہ کیا تھا، حالات کا جائزہ لینے کے ساتھ متاثرین سے مل کر انہیں تسلی دی تھی اور انصاف کی فراہمی کی یقین دہانی کرائی تھی۔

اس موقع پر بھی وفد نے حضرت امیر شریعت صاحب دامت کی ہدایت پر فرقہ پرست عناصر کے ظلم کے شکار متاثرین سے مل کر حضرت امیر شریعت کی طرف سے ان کو تسلی کے کلمات کہے۔ ساتھ ہی راحت رسانی کے طور پر ضرورت مند متاثرین کی خدمت میں چیک اور خوردنی اشیاء کی شکل میں امارت شرعیہ کی جانب سے تعاون بھی پیش کیا۔ امارت شرعیہ کے اس اقدام سے متاثرین اور مظلوم طبقات سمیت عام شہریوں میں بہتر پیغام گیا۔ نائب امیر شریعت نے اس موقع سے فساد متاثرین کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ اور حضرت امیر شریعت آپ کے ساتھ ہیں، آپ حوصلہ باقی رکھیں، ملک کے دستور اور قانون کے مطابقضرور انصاف دلایا جائے گا۔ امارت شرعیہ مجرموں کو قرار واقعی سزا دلانے اور مظلوموں کو انصاف دلانے کے لیے پرعزم ہے اور انتظامیہ سے مل کر انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائے گی۔ امارت شرعیہ نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ پولیس کے وہ اہلکار جنہوں نے لاپرواہی دکھائی اور اپنے فرائض کو انجام دینے میں کوتاہی برتی، فساد متاثرین پر قابو پانے کی کوئی کوشش نہیں کی ان کے خلاف کارروائی کی جائے، جن لوگوں کا نقصان ہوا ہے، ان کو ان کے نقصان کے اعتبار سے معاوضہ دیا جائے اور جن بے قصوروں کو گرفتار کیا گیا ہے ان کو فوراً رہا کیا جائے۔ راحت رسانی کے اس عمل میں مولانا شاکر صاحب پرنسپل مدرسہ عزیزیہ، حافظ شہاب صاحب امام مرار پور مسجد، اعظم بھائی ہند میڈیکل، گڈو بھائی شیخانہ کلاں، پرویز چھاونی، ارشد انجمن مفید الاسلام، محمد جاوید خانقاہ دیگر معززین شہر بھی وفد امارت شرعیہ کے ساتھ شریک رہے۔

امارت شرعیہ کا اعلیٰ سطحی وفد جمشید پور کے فساد زدہ علاقہ میں پہونچا

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی قیادت میں امارت شرعیہ کا ایک اعلیٰ سطحی وفد جھارکھنڈ کے شہر آہن جمشید پور میں فساد متاثرین کے بیچ پہونچا، فساد زدہ علاقوں کا دورہ کیا، متاثرین سے ملے، انہیں تسلی دی اور انصاف کی فراہمی کی یقین دہانی کرائی۔ وفد میں نائب قاضی شریعت مرکزی دار القضاء مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب، قاضی شریعت دار القضاء جمشید پور مولانا سعود عالم صاحب قاسمی، مولانا محمد افروز سلیمی القاسمی نائب قاضی شریعت، جناب ریاض شریف صاحب کے علاوہ دیگر معززین شہر شامل تھے۔ اس وفد نے حضرت امیر شریعت صاحب دامت کی ہدایت پر حالات کا جائزہ لیا اور پولیس اور فرقہ پرست عناصر کے ظلم کے شکار مسجد کے سکریٹری جناب شارق صاحب و دیگر متاثرین سے ملے اور حضرت امیر شریعت کی طرف سے ان کو تسلی کے کلمات کہے۔ ساتھ ہی راحت رسانی کے طور پر ضرورت مند متاثرین کا چیک، خوردنی اشیاء اور کپڑوں کی شکل میں امارت شرعیہ کی جانب سے تعاون بھی پیش کیا۔ امارت شرعیہ کے اس اقدام سے متاثرین اور مظلوم طبقات سمیت عام شہریوں میں بہتر پیغام گیا اور ان کے بوجھ ہلکے ہوئے۔

خیال رہے کہ 9 اپریل مطابق 17 رمضان کو جمشید پور میں ایک مندر کے قریب کسی جھنڈے پر مرغی کے گوشت ملنے کی وجہ کر فسادات بھڑک اٹھے اور عین تراویح کے وقت مسجد فاروقی شاستری نگر، کدمہ، جمشید پور کے قریب فسادیوں نے ہنگامہ کیا اور اشتعال انگیز نعرے لگائے جس کی وجہ سے حالات کشیدہ ہو گئے، اسی دوران ان فسادیوں نے تقریباً 35 مسلم دکانوں کو آگ کے حوالے کردیا، بچاؤ میں کچھ پتھراؤ بھی ہوا، اور پولیس انتظامیہ نے مسجد میں گھس کر تراویح کی نماز پڑھ رہے نمازیوں کو گرفتار کرلیا اور مسجد کے تقدس کو پامال کیا اور بڑی تعداد میں نمازیوں اور متاثرین کو گرفتار کرلیا۔ اس میں سے کچھ کی رہائی ہوئی لیکن ابھی بھی کئی درجن لوگ جیل میں قید و بند ہیں۔ مسلمانوں کی گرفتاریاں زیادہ ہوئیں۔ فسادیوں کے ذریعہ مسلمانوں کی املاک کو نقصان پہونچانے کے بعد فسادیوں پر کارروائی کرنے کے بجائے مسجد میں پولیس داخل ہوگئی اور الٹے نمازیوں کو ہی ظلم کا نشانہ بنانے لگی۔

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم نے اس موقع سے فساد متاثرین کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ اور حضرت امیر شریعت آپ کے ساتھ ہیں، آپ حوصلہ باقی رکھیں، ملک کے دستور اور قانون کے مطابق انصاف ضرور انصاف دلایا جائے گا۔ امارت شرعیہ مجرموں کو قرار واقعی سزا دلانے اور مظلوموں کو انصاف دلانے کے لیے پرعزم ہے اور انتظامیہ سے مل کر انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائے گی۔ امارت شرعیہ نے جھارکھنڈ حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ پولیس کے وہ اہلکار جنہوں نے نمازیوں پر ظلم کیا اور مسجد کی بے حرمتی کی ان کے خلاف کارروائی کی جائے، جن لوگوں کا نقصان ہوا ہے، ان کو ان کے نقصان کے اعتبار سے معاوضہ دیا جائے اور جن بے قصوروں کو گرفتار کیا گیا ہے ان کو فوراً رہا کیا جائے۔ اس فساد میں تقریباً 35 دوکانیں جلی تھیں۔ ان سب لوگوں کو امارت شرعیہ کی طرف سے بذریعہ چیک نقد امداد کی گئی نیز رمضان میں افطار و سحر کے لیے استعمال ہونے والی اشیائے خوردنی اور کپڑے ان کے درمیان تقسیم کیے گئے۔ اور تمام متاثرین سے ملاقات کر کے انہیں تسلی دی گئی۔ راحت رسانی کے اس عمل میں مسجد فاروقی کے صدر و سکریٹری، دیگر اراکین اور معززین شہر وغیرہ وفد امارت شرعیہ کے ساتھ شریک رہے۔

سہسرام میں منظّم سازش کے تحت مسلمانوں کے مکانوں اور دکانوں کو جلایا گیا، پولیس انتظامیہ پوری طرح ناکام: مولانا محمد شبلی القاسمی

امارت شرعیہ کے وفد کا سہسرام کے فساد زدہ علاقہ کا دورہ، اے ڈی ایم سے مل کر میمورنڈم سونپا، مجرموں کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ کی ہدایت پر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ایک موقر وفد قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی قیادت میں سہسرام، ضلع روہتاس کے فساد متاثرین کے بیچ پہونچا اور ان کے حالات کا جائزہ لینے کے ساتھ، ان کو تسلی دی اور انصاف کی فراہمی کی یقین دہانی کرائی۔ اس کے علاوہ وفد نے ان متاثرین کے درمیان چیک کی شکل میں نقد امداد اور کپڑے تقسیم کیے۔ اس وفد میں امارت شرعیہ کے معاون ناظم مولانا محمد ابوالکلام شمسی، دار القضاء ڈہری اون سون ضلع روہتاس کے قاضی شریعت مولانا محمد احسان الحق قاسمی اور شہر روہتاس کے معززین شامل تھے، یہ وفد فساد متاثرین کی صورتحال سے انتظامیہ کو واقف کرانے اور اپنے مطالبات کو لے کر روہتاس کے ڈی ایم صاحب کے آفس بھی گیا، لیکن ڈی ایم آفس میں نہیں تھے اس لیے اے ڈی ایم چندر شیکھر پرشاد سے مل کر پوری تفصیلات سے انہیں آگاہ کیا اور مطالبات پر مشتمل میمورنڈم ان کے سپرد کیا، جس میں امارت شرعیہ کی جانب سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ جن شر پسندوں نے فساد برپا کیا اور معصوم لوگوں کے گھروں اور دکانوں کو لوٹا اور نذر آتش کیا ان کو سخت سے سخت سزا دی جائے تاکہ آئندہ کوئی بھی ایسی حرکت کرنے کا سوچ بھی نہ سکے، وفد نے اپنے احساسات کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اس معاملہ میں مقامی انتظامیہ اور پولیس کا رول مشکوک ہی نہیں بلکہ بہت شرمناک ہے، پولیس کے سامنے شر پسند عناصر مسلمانوں کی جان و مال کو برباد کرتے رہے اور ان کی املاک تباہ کرتے رہے اور بجائے سخت اقدامات کرنے کے پولیس ان فسادیوں کی پشت پناہی کرتی رہی، وفد نے مطالبہ کیا کہ جن پولیس والوں اور انتظامیہ کے افسران نے اپنی ڈیوٹی کی انجام دہی میں کوتاہی کی ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ جن لوگوں کا نقصان ہوا ہے ان کے نقصانات کے تخمینہ کے حساب سے اور ایک سو چوالیس لگنے کی وجہ سے ان کا جو نقصان ہوا ہے، اس کا پورا ہرجانہ سرکار کی طرف سے دیا جائے اور مظلوموں کو پورا انصاف دیا جائے۔ اے ڈی ایم نے وفد سے وعدہ کیا کہ یہ سارے مطالبات ڈی ایم کے سامنے رکھیں گے اور مطالبات کے مطابق کارروائی کرنے اور انصاف کی فراہمی کی یقین دہانی کرائی۔

واضح ہو کہ مورخہ 30 مارچ کو بجرنگ دل اور وشو ہندو پریشد کے شر پسندوں نے مسلم علاقوں میں دکانوں، مکانوں اور مزارات پر جے شری رام کے نعرے والا بھگوا جھنڈا لگا دیا، شہلال پیر محلّہ کی بڑی مسجد کے سامنے درجنوں گاڑیوں سے آر ایس ایس، بجرنگ دل اور وشو ہندو پریشد کے ارکان جمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف بھڑکاؤ نعرے لگانے لگے، اس وقت تراویح کی نماز ہو رہی تھی، نماز کے بعد مسلمانوں نے جب ان کو ایسے نعرے لگانے سے منع کیا تو لڑنے کے لیے تیار ہو گئے، پولیس کو بلایا گیا، لیکن پولیس نے کوئی اطمینان بخش کارروائی نہیں کی۔ اس کے بعد دنگائیوں نے رات میں جہاں جہاں سی سی ٹی وی کیمرے لگے تھے ان کے تاروں کو کاٹ دیا، اور مسلم علاقوں میں گھس کر بھڑکاؤ نعرے لگانے لگے، پھر 31 مارچ کو جمعہ کے دن ہزاروں کی تعداد میں آر ایس ایس، بجرنگ دل اور وشو ہندو پریشد کے کارکنان مسلم محلوں میں گھس کر دکانوں اور مکانوں میں آگ لگانے لگے۔ مسلمانوں کی دکانوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر لوٹا گیا، اور ان میں آگ لگائی گئی، مکانوں اور دکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر بھگوا جھنڈا لگایا۔ پولیس بجائے اس کے کہ ان کو روکتی، ان دنگائیوں کی پشت پناہی کرتی رہی اور بعد میں مسلم لوگوں پر ہی ایف آئی آر کر دیا۔ ایسے ایسے لوگوں کے خلاف مقدمہ کیا گیا جو معذور ہیں اور چل پھر بھی نہیں سکتے۔

امارت شرعیہ کو جب اس فساد کی اطلاع ملی تو فوراً وہاں کے ڈی ایم اور حکومت کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کر کے فساد پر کنٹرول کرنے کا مطالبہ کیا گیا، اور قائم مقام ناظم صاحب کی قیادت میں ایک وفد وہاں جانے کو تیار ہوا، لیکن ڈی ایم نے روک دیا اور وہاں آنے سے منع کر دیا۔ پھر وکیلوں کی ایک ٹیم کو وہاں بھیجا گیا، لیکن ان کے ساتھ پولیس انتظامیہ کا رویہ بہت ہی زیادہ خراب رہا اور انہیں حالات کا جائزہ لینے اور گراؤنڈ رپورٹنگ میں پولیس کی روک ٹوک اور دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد ڈی ایم سے کئی بار رابطے کی کوشش کی گئی مگر رابطہ نہیں ہوا، بالآخر قائم مقام ناظم صاحب کی قیادت میں وفد اے ڈی ایم سے ملا اور اپنے مطالبات پر مشتمل میمورنڈم پیش کیا۔

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں

ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان ہے جو تقریباً سو سالوں سے مسلسل شائع ہو رہا ہے، اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ملک و بیرون ملک میں قارئین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، اس کی عمدہ طباعت، معیاری مضامین اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، ادارہ قارئین نقیب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے

مدارس، اسکول، کالج، ہاسپیٹل، میڈیکل اور دکان وغیرہ کے لئے رعایتی قیمت پر غیر تصویری اشتہارات

(Advertisements)

دے کر اپنے ادارہ اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں، نیز ادارہ نقیب کے اعزازی ممبران سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ نقیب کی اشاعت میں مالی مدد کریں۔ ضروری معلومات کے لیے رابطہ کریں:

9576507798,8405997542

Email:. naqueeb.imarat@gmail.com

(منیجر نقیب)

مسلمان پورے سال مسجدوں کو آباد رکھیں اور اگلے رمضان تک قرآن کا فہم پیدا کریں

عید الفطر کے موقع پر حضرت امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا امت مسلمہ کے نام پیغام

رمضان المبارک کے اختتام اور عید الفطر کے مسرت آمیز موقع پر امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے اپنے ایک اہم پیغام میں کہا کہ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جنھوں نے رمضان المبارک کی ساعتوں کی قدر کی اور اپنی روح کی طمانیت کا نظم کیا، اسی کے ساتھ غرباء و مساکین کے ساتھ ہمدردی، اخوت اور صبر و برداشت کی ایک انمول دولت حاصل کر کے بہتر سماج کی تشکیل کی راہوں کو آسان بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان عبادتوں اور اعمال کو قبول فرمائے۔ آمین!

آپ نے اس موقع پر پوری دنیا کے مسلمانوں کو عید الفطر کی مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ عید الفطر کا دن خوشی اور اللہ کے احسان کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کرنے کا ہے۔ عید کا دن امت محمدیہ کے لیے ایسا دن ہے جس میں ان کی خوشی وشادمانی کا ظہور ہوتا ہے اور عید کی نماز کے مقصد سے جمع ہونے پر ان کی روح میں بالیدگی اور عظمت وجلالت میں اضافہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عید کی خوشیاں مناتے تھے اور ایک دوسرے کو ملاقات کے وقت عید کی مبارکباد دیتے تھے اور اس کے لیے دعائیہ کلمات کہتے تھے جیسے "تقبل اللہ منا و منک" یعنی اللہ ہمارے اور آپ کے اعمال کو قبول کرے۔ اسی لیے عید کے دن ایک دوسرے کو مبارک باد دینا مسنون ہے۔ کیوں کہ یہ مومنین کے لیے پورے مہینے کے روزوں، قیام اللیل اور دیگر عبادات پر اللہ کی جانب سے انعام و اکرام کا دن اور ان کے اعمال کی قبولیت کی نوید ہے۔ ماہِ رمضان تربیت کا مہینہ ہوتا ہے، قیام اللیل، دیگر اذکار و نوافل کی ٹریننگ دی جاتی ہے، بھوک اور پیاس کی شدت کے باوجود ایک روزہ دار اس وقت تک کھانے اور پینے کی چیزوں پر ہاتھ نہیں لگاتا جب تک کہ افطار کا وقت نہ ہو، اس طرح ہماری عملی مشق کرائی جاتی ہے، ہمیں چاہئے کہ ماہِ رمضان کے بعد بھی اپنے آپ کو اللہ تبارک وتعالی کی اطاعت پر قائم رھیں، بلکہ، جس طرح آپ نے رمضان المبارک کے پورے مہینے کو عبادات واذکار اور اللہ کی مرضیات کی اتباع میں گزارا ہے، اسی طرح رمضان کے بعد بھی یہ سلسلہ برقرار رہنا چاہئے، فرض نمازوں کے ساتھ، نوافل وسنن اور دیگر اذکار کی بھی پابندی رہے۔ اور رمضان ہی کی طرح پورے سال مسجدوں کو آباد رکھیں۔

آپ نے مزید کہا کہ عید کی نماز ادا کرنے سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے، نمازِ عید کیلئے جانے سے قبل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ نے صدقۂ فطر ادا کر دینے کا حکم دیا ہے، تاکہ فقراء، مساکین اور دوسرے ضرورت مند خوشی میں ہمارے ساتھ شریک ہوسکیں۔

عید الفطر کے موقع پر امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی نے بہت ہی بصیرت افروز اور وقیع پیغام امت مسلمہ کے نام جاری کیا۔ چونکہ اس موقع سے نقیب کی اشاعت نہیں ہوئی، اس لیے قارئین نقیب تک وہ پیغام نہیں پہونچ سکا۔ اس لیے قارئین نقیب کے استفادہ کے لیے حضرت امیر شریعت مدظلہ کا عیدالفطر کے موقع پر دیا گیا پیغام یہاں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ نقیب)

آپ نے کہا کہ اس وقت پورے ملک میں مسلمانوں کے لیے آزمائش کا وقت ہے، فرقہ پرست طاقتیں مسلمانوں کی شناخت، ان کے وجود اور اسلامی شعائر کو مٹانے اور اس ملک میں اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کے درپے ہیں۔ ملک میں نفرت کی فضا بڑھ رہی ہے، مسلمانوں کی املاک کو نقصان پہونچانے اور مسلمانوں کی جان ومال کو ضائع کرنے میں لگے ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم کہ وہ ملک کی سالمیت کے لئے خطرہ بن رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کے مہذب ہندوؤں کو چاہیے کے وہ خود کو ملک دشمن طاقتوں سے الگ کریں اور اس کے خلاف با آواز سماج بنے اس سے پہلے کے بہت دیر ہوجائے۔

امیر شریعت نے مسلمانوں سے کہا کے اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کا امتحان لے رہے ہیں اور امتحان میں ہمیشہ صبر کی ضرورت ہوتی ہے . انہونے مسلمانوں کو قرآن کے حوالے سے یاد دلایا کے جب تک مسلمان اللہ کے دین کو نصرت نہیں دیتے اللہ انکو نصرت نہیں دیگا اور انکے قدم کو مستحکم نہیں کریگا . انھوں نے کہا کے وقت آگیا ہے کے مسلمان قرآن کو سمجھنے کی طرف لوٹ چلیں، اور اگلے رمضان تک قرآن کا فہم پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے رب کو پہچانیں، اپنی عادات کو اسلام کے موافق کریں اور اپنے ہندو پڑوسیوں سے کھل کر افہام وتفہیم کے لئے بات چیت کریں۔

انہوں نے کہا کے مسلمانوں کو حالات کا مقابلہ ایمان ویقین کی پختگی اور اللہ پر کامل توکل کے ساتھ کرنا چاہئے، اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے اپنے مفاد کو قربان کرنا چاہئے، صبر، شکر، توکل اور برداشت کا دامن تھامے رہنا چاہئے، اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

انہوں نے کہا کے مسلمانوں اپنے قول وفعل سے کسی کی تکلیف یا پریشانی کا باعث نہ بنیں۔ بلاوجہ سڑکوں کو بلاک نہ کریں، اگر عیدگاہ میں جگہ نہ ہو تو دوسری جماعت کرلیں، اپنی خوشیوں میں غیر مسلم پڑوسیوں کو ضرور شریک کریں۔ کسی بھی طرح کی نعرہ بازی نہ کریں، امن وامان کا ماحول بگاڑنے والوں کی بالکل ہمت افزائی نہ کریں اور ان کے بہکاوے میں نہ آئیں۔ امن وامان کو بگاڑنے کی کسی سازش کو کامیاب نہ ہونے دیں، قانون اپنے ہاتھ میں نہ لیں اگر کہیں کسی طرح کی کسی شرپسندی کا علم ہو تو امارت شرعیہ یا انتظامیہ کو فوراً مطلع کریں اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو مضبوط کرنے میں بنیادی کردار ادا کریں۔

آیئے ہم سب اس موقع پر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ گردش ایام کے رخ پھیر دے اور یہ عید پوری دنیا کے انسانوں کے لیے حقیقی مسرت وشادمانی کی نوید لے کر آئے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی وفات؛ ایک عہد کا خاتمہ، ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی نقصان: حضرت امیر شریعت

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی نے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (پیدائش: یکم اکتوبر 1929 عیسوی، وفات: 13 اپریل 2023 مطابق 21 رمضان المبارک 1444 ہجری) صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی وفات حسرت آیات پر اظہار غم کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ اسلاف کی یادگار اور امت مسلمہ ہند کے لیے ایک متفق علیہ شخصیت تھے۔ ملک کے ہر طبقہ میں عظمت وعقیدت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور اس وقت ملک کے مسلمانوں کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ عالم اسلام خاص کر عرب دنیا میں بھی آپ کو نہایت قدر واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، ان کے عہد صدارت میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بہت حکمت کے ساتھ اہم اور مشکل مسائل کا سامنا کا راور امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی، وہ عربی وار دو زبان کے بلند پایہ ادیب، درجنوں کتابوں کے مصنف، رابطہ عالم اسلامی مکہ المکرّمہ کے رکن تاسیسی، اسلامک سنٹر آکسفورڈ یونیورسٹی کے رکن تاسیسی اور سیکڑوں ملی وتعلیمی اداروں کے سرپرست ونگراں تھے۔ آپ کے انتقال سے امت کا جو نقصان عظیم ہوا ہے اس کے لیے پوری ملت اسلامیہ اس وقت تعزیت کی مستحق ہے۔ حضرت امیر شریعت مدظلہ نے کہا کہ ابھی دو سال قبل ہی رمضان سے قبل آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب رحمۃ اللہ کے سانحہ ارتحال کے غم سے بورڈ باہر بھی نہیں نکل پایا تھا کہ اب صدر محترم بھی مسافران آخرت کی صف میں شامل ہوگئے: اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس عظیم ترین عبقری وعلمی شخصیت کی رحلت سے عرب وعجم کی پوری علمی دنیا سوگوار واشک بار ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کا نعم البدل ندوۃ العلماء، مسلم پرسنل لا بورڈ اور پوری ملت اسلامیہ کو عطا فرمادے۔ امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ اور خانقاہ رحمانی مونگیر سے حضرت کے خانوادہ کا قدیم تعلق تھا۔ اس تعلق کی بنیاد پر بہت ہی شفقت ومحبت فرماتے تھے۔ ان کے انتقال سے میں ذاتی طور پر ایک مشفق ومربی سرپرست سے محروم ہوگیا۔

نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا، وہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سرپرست، رابطہ ادب اسلامی کے نائب صدر اور رابطہ عالم اسلامی کے رکن تاسیسی بھی تھے۔ آپ حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے چوتھے صدر منتخب ہوئے اور ایک لمبی مدت تک مسلم پرسنل لا بورڈ کی باگ ڈور حکمت اور تدبر سے سنبھالی۔ آپ نے اپنے دور صدارت مس معتدل، متوازن، اور دل پذیر پیرائے میں ملت اسلامیہ ہندیہ کی پوری رہبری فرمائی، افکار واعمال میں اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ تحمل وبرداشت، عفو ودرگزر، بردباری، رواداری، اخوت ومساوات، اتحاد ویگانگت اور دیگر دینی اداروں، افراد واشخاص کی قومی وملی خدمات کا اعتراف واحترام، اور فرقہ واریت ومسلکی تشدد سے نفرت وگریز آپ کا ممتاز وصف تھا، بڑی معقولیت، حکمت وتدبر، بالغ نظری اور دوراندیشی کے ساتھ دینی، علمی، تحقیقی وتصنیفی اور اصلاحی خدمات انجام دیں جو ایک مدت تک یاد کی جاتی رہیں گی ان شاء اللہ۔

مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے اپنے غم وحزن کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا کی وفات کی خبر سن کر دل غم سے بوجھل اور نڈھال ہے، آنکھیں اشکبار ہیں اور ذہن سوال کر رہا ہے کہ یا اللہ کیسی کیسی برگزیدہ ہستیاں دنیا سے جارہی ہیں اب اس امت کا کیا ہوگا، کون اس امت کی کشتی کو ساحل سے لگائے گا۔ حق جل مجدہ آپ کی مغفرت کرے اور خلد بریں کا مکیں بنائے، آپ پوری امت مسلمہ کا قیمتی سرمایہ اور متاع گراں مایہ تھے، بالخصوص دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنوء میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے اخلاق واقدار کے امین اور ان کے افکار ونظریات کے سچے ترجمان تھے، آپ کی رحلت بلا امتیاز پوری امت مسلمہ کے لئے عظیم خسارہ ہے۔ اللہ تعالی اس کی تلافی فرمائے، آپ کو بلند رتبوں سے نوازے، دینی، دعوتی، علمی، تحقیقی، اصلاحی اور ملی وفلاحی خدمات کو آپ کے لئے زاد راہ اور صدقہ جاریہ بنائے، آپ نے کہا کہ حضرت مولانا کی رحلت کا صدمہ صرف خانوادہ حسنی، دار العلوم ندوۃ العلماء یا مسلم پرسنل لا بورڈ کا تنہا صدمہ نہیں؛ بلکہ تمام علماء اہل حق اور ملی تنظیموں کا اجتماعی صدمہ ہے، وہ صرف خانوادہ حسنی کا متاع گراں مایہ نہیں؛ بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ تھے، ان کی وفات ہم سب کے لئے بڑا خسارہ ہے، ہم سب ایک دوسرے کی طرف سے تعزیت مسنونہ کے مستحق ہیں، آپ کی رحلت ناقابل تلافی خلاء ہے، اللہ تعالی اس کی تلافی فرمائے، اور ان کا نعم البدل عطا فرمائے، لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

جیسے ہی امارت شرعیہ میں حضرت مولانا کی رحلت کی خبر پہونچی ہر ایک دم بخود رہ گیا اور فوراً ایک تعزیتی نشست نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس میں ذمہ داران و کارکنان امارت شرعیہ نے اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کیا۔ اس تعزیتی نشست میں مولانا محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دار القضاء، مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ، مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت، مولانا عبد الباسط ندوی سکریٹری المعہد العالی، مولانا رضوان احمد ندوی معاون مدیر نقیب، مولانا محمد ابوالکلام شمسی معاون ناظم، مولانا محمد ارشد رحمانی آفس سکریٹری کے علاوہ دیگر کارکنان و ذمہ داران شریک ہوئے۔ حضرت امیر شریعت مدظلہ جو اس وقت ملک سے باہر ہیں انہوں نے بھی بذریعہ فون اپنے تعزیتی کلمات کا اظہار کیا۔ اور ان کی ہدایت پر ایک موقر وفد حضرت نائب امیر شریعت کی قیادت میں تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ میں شرکت کے لیے لکھنؤ کے لیے روانہ ہوا، جس میں قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی، المعہد العالی لتدریب الافتاء والقضاء کے سکریٹری مولانا عبد الباسط ندوی اور مولانا رضوان احمد ندوی معاون مدیر ہفتہ وار نقیب شامل تھے۔

سعودی ایران تعلقات کی بحالی

اسد مرزا

ریاض اور تہران نے 10 مارچ کو اعلان کیا کہ سات سال کے منقطع تعلقات کے بعد وہ دو ماہ کے اندر دونوں مما لک ایک دوسرے کے یہاں اپنے سفارت خانے اور مشن دوبارہ کھولیں گے اور 20 سال سے زیادہ پہلے دستخط کیے گئے سیکورٹی اور اقتصادی تعاون کے معاہدوں پر عمل درآمد کریں گے۔ روایتی حریفوں سعودی عرب اور ایران کے سفارتی تعلقات کو بحال کرنے کے اعلان نے سفارتی طور پر تمام دنیا کو متحیر کر دیا، اس کی بنیادی وجہ تعلقات کی بحالی کی بجائے اس بحالی کے لیے ذمہ دار ثالث یعنی کہ چین کے رول کی وجہ سے دنیا ششدر تھی۔ ایک نئے اور مخصوص کردار ادا کرتے ہوئے جسے امریکہ پورا نہیں کرسکتا تھا، یہ بیجنگ کا مشرق وسطی کی ثالثی میں پہلا قدم ہے۔ یہ ایک ایسا علاقہ ہے جس پر گزشتہ چند دہائیوں سے زیادہ تر واشنگٹن کا قبضہ رہا ہے۔ جب سے چین اور امریکہ کے درمیان معاشی جنگ علامی سطح پر پھیل گئی ہے تب سے امریکی پالیسی سازوں کے درمیان کشیدگی بھی بڑھتی نظر آرہی ہے کیونکہ وہ چین کے ساتھ مسابقت قائم نہیں رکھ سکتے اور ساتھ ہی مشرق وسطیٰ میں چین کے بڑھتے اثر ورسوخ کو برداشت بھی نہیں کر سکتے۔ کویت یونیورسٹی میں تاریخ کے اسسٹنٹ پروفیسر بدر السیف نے اس خبر کے اعلان کے بعد ٹوئٹر پر لکھا، ’آج کے سرکاری ایران، سعودی معاہدے سے بہت سے لوگ راحت کی سانس لے رہے ہیں۔‘ انہوں نے مزید کہا کہ ڈیل کے تمام تینوں فریق فتح کا دعویٰ کر سکتے ہیں لیکن سعودیوں کو سب سے بڑا فاتح قرار دیا جا سکتا ہے۔

سعودی نقطۂ نظر سے، ایران کے ساتھ تعلقات معمول پر آنا، ایک ایسا قدم ہے جسے طویل عرصے سے سعودی بادشاہت کے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ سعودی عرب میں سابق امریکی سفیر جوزف ویسٹ فال کا کہنا ہے کہ نیا معاہدہ اس کی اصلاحات اور اقتصادی تبدیلی کے سفر میں حائل رکاوٹوں کو دور کرتا ہے، ساتھ ہی اس کا ماننا ہے کہ اس سفر میں آگے بڑھنے کے لیے چین امریکہ کی بہ نسبت ایک اچھا شراکت دار ثابت ہوسکتا ہے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ یمن جیسے علاقوں میں کشیدگی میں کمی کی امیدیں، جہاں سعودی عرب نے 2015 سے ایران کے حمایت یافتہ حوثی باغیوں کے خلاف وحشیانہ جنگ کی ہے، اب پہلے سے زیادہ حقیقت پسندانہ ہے۔ خطے میں جہاز رانی اور تیل کی سپلائی کے خطرات کم ہو سکتے ہیں اور ملکوں کے درمیان تجارت اور سرمایہ کاری ترقی میں اضافہ کرسکتی ہے۔

بظاہر اس پورے معاملے میں چین کے ثالثی کردار کی تعریف کرنا امریکہ کے لئے بہت مشکل کام ہے۔ قومی سلامتی کونسل کے ترجمان جان کربی نے جمعہ کے روز اس خبر کے بارے میں کہا کہ ہم خطے میں کشیدگی کو کم کرنے کی کسی بھی کوشش کی حمایت کرتے ہیں، ہمیں لگتا ہے کہ یہ ہمارے مفاد میں ہے۔ اور اس سمت میں بائیڈن انتظامیہ نے اس طرح کی کئی کوششیں کی ہیں۔ لیکن جب بیجنگ کے کردار کے بارے میں پوچھا گیا تو کربی نے جواب دیا: ’یہ چین کے بارے میں نہیں ہے اور میں یہاں چین کا کردار کچھ بھی نہیں بتاؤں گا۔‘

سعودی عرب اسی وقت سے ایران کے ساتھ بات چیت میں مصروف ہے جب اس سال کی ’العلا‘ سربراہی کانفرنس ہوئی تھی، جس نے قطر کی ناکہ بندی ختم کی تھی اور خلیج تعاون کونسل کے درمیان موجود دوریوں کو ختم کیا تھا۔ اس کے بعد دو سالوں میں، متحدہ عرب امارات نے ایران کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات بحال کیے ہیں اور یہاں تک کہ چین کو ایران کے اعلیٰ درآمدی پارٹنر کے طور پر تبدیل کر دیا ہے۔ کویت نے بھی تہران میں اپنے سفیر کو واپس بھیج دیا ہے۔

دراصل اس ثالثی کے پیچھے چین کی GSI حکمت عملی کام کر رہی ہے۔ Global Security Initiative-GSI موجودہ بین الاقوامی سیکورٹی آرڈر کی اصلاح کے لئے چین کے لئے ایک بینر کے طور پر کام کرتا ہے، خاص طور پر ایسے وقت میں جب امریکہ ایک جیسے سیاسی نظام اور نظریے کے حامل مما لک کے ساتھ صف بندی کو ترجیح دے رہا ہے۔ جیسا کہ چین کی طاقت اور اثر ورسوخ میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، وہ بین الاقوامی امن وسلامتی کی تعمیر نو میں منصفانہ رائے دینے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ خاص طور پر، چین کی وزارت خارجہ کی طرف سے فروری 2023 میں جاری گلوبل سیکورٹی انیشیٹیو، سیاسی مذاکرات اور پرامن گفت وشنید کے ذریعہ سلامتی کو یقینی بنانا، کو بنیادی تصورات اور اصولوں کے طور پر شناخت کرتا ہے۔ سعودی عرب اور ایران کے درمیان امن معاہدے کی چین کی کامیاب ثالثی نے اسے یہ اعتماد دیا ہے کہ یہ راستہ کام کرسکتا ہے۔ خواہش یہ ہے کہ چین ان خطوں میں خلا پُر کرسکتا ہے جس کی قیادت کرنے میں امریکہ ناکام رہتا ہے یا نظر انداز کرتا ہے۔ GSI کے خاکہ میں یوکرین میں جنگ جیسے گرم اور سپاٹ مسائل کے سیاسی تصفیے کی حمایت کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ لہٰذا روس اور یوکرین تنازعہ کے سیاسی تصفیے کو فروغ دینے کے لئے صدر رشی کی کوششوں کو دیکھنا ضروری ہوگا۔ اگر ایک اور کامیابی حاصل ہوتی ہے، تو یہ GSI کو مزید اعتبار دے گی۔

چین 2020 سے خلیج فارس میں علاقائی سلامتی کے ڈھانچے کو از سر نو تشکیل دینے پر زور دے رہا ہے۔ اسی سال اکتوبر میں روس کے زیر اہتمام اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں چین نے سلامتی کے لئے اپنی تجویز پیش کی۔ خلیجی خطے میں یہ دلیل دیتے ہوئے کہا کہ ’کثیر الجہتی کوششوں سے یہ خطہ ’سیکورٹی کا نخلستان‘ بن سکتا ہے۔

خطے کے بارے میں چینی فہم کے مطابق، ایران اور سعودی عرب ’محور مما لک‘ ہیں جن کی سیاسی، اقتصادی اور فوجی طاقت انہیں بیجنگ کے لئے ناگزیر شراکت دار بناتی ہے، جس سے دونوں کے درمیان توازن سب سے زیادہ نتیجہ خیز حکمت عملی ہے۔ دونوں مما لک کے لیے چین سب سے بڑا تجارتی شراکت دار ہے۔ پھر بھی، تجارتی سطحوں میں فرق حیران کن ہے۔ جبکہ چین-سعودی تجارت 2021 میں 87 بلین ڈالر تھی، جس میں مملکت سے چینی تیل کی درآمدات میں 57 بلین ڈالر کا اضافہ ہوا، اسی سال ایران اور چین کے درمیان دوطرفہ تجارت 16 بلین ڈالر سے قدرے اوپر رہی۔ کبھی چین کے سب سے بڑے تیل سپلائی کرنے والوں میں سے، ایران تجارتی توازن کو اپنے حق میں رکھنے کے لئے جدوجہد کر رہا ہے۔ بہر حال، بیجنگ نے تہران اور ریاض کو جامع اسٹریجک شراکت داروں کا درجہ دیا ہے، جو مشرق وسطیٰ میں چین کی شراکت داری کی سفارتکاری میں سب سے زیادہ ہے۔

لیکن چین کا توازن عمل دونوں شراکت داروں کے ساتھ ملتے جلتے شراکتی معاہدوں پر دستخط کرنے سے زیادہ واضح ہے۔ اگرچہ اقتصادی تعلقات واضح طور پر سعودی عرب کے حق میں غیر متوازن ہیں، چین امریکی دباؤ کے پیش نظر ایران کی سیاسی حمایت اور مالیاتی لائف لائن کی ضمانت دیتا ہے۔ پھر بھی، مساوی شراکت داروں کو مختلف سامان کی پیشکش اکثر توازن کے عمل کو ہلا دیتی ہے۔ دسمبر میں، چینی صدر رشی جن پنگ کے سعودی عرب کے دورے کے بعد چین-جی سی سی کے مشترکہ اعلامیے نے ایران میں غصہ پیدا کیا، جس سے چین کی سفارت کاری کی حدود کو سائیڈ لائن سے بے نقاب کیا گیا۔

نفرت انگیز تقاریر اور حکومت کا رویہ

محمد فاروق اعظمی

گزشتہ چند برسوں کے دوران سماجی اور معاشرتی محاذ پر ہندوستان جس تیزی سے زوال کا شکار ہوا ہے، اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی ہے۔ موجودہ سیاست اور مذہب کے غلیظ ومتعفن آمیزہ سے نکلنے والے زہر آلود بیانات نے معاشرہ میں تقسیم کی ایسی گہری خلیج پیدا کردی ہے جسے مستقبل قریب میں پر کیا جانا ممکن نظر نہیں آرہا ہے۔ حالات اگر ایسے ہی رہے تو عین ممکن ہے ہندوستان جنت نشان ہیبت کدہ میں بدل جائے۔ سپریم کورٹ ملک کے ان حالات پر سخت تشویش کا شکار ہے۔ ملک کے حالات پر حکومت کی بے عملی سے آزردہ سپریم کورٹ کا کہنا ہے کہ اب پانی سر سے اونچا ہوگیا ہے، اسے روکا نہیں گیا تو ملک کو ڈوبنے سے نہیں بچایا جاسکتا ہے۔ نفرت انگیز تقاریر کے ایک معاملے کی سماعت کے دوران جسٹس کیایم جوزف نے انتہائی سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ریاست نامرد ہے اور بے اختیار ہوچکی ہے۔ یہ وقت پر کام نہیں کرتی ہے۔ ان حالات میں بھی اگر ریاست خاموش ہے تو اس کا کیا فائدہ؟ جسٹس کے ایم جوزف اور بی وی ناگ رتنا کی بنچ ایک درخواست کی سماعت کر رہی تھی جس میں مہاراشٹر کے حکام کے خلاف ریلیوں کے دوران نفرت انگیز تقاریر کے خلاف کارروائی کرنے میں مبینہ ناکامی پر توہین عدالت کی کارروائی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ درخواست گزار کی طرف سے پیش ہونے والے ایڈوکیٹ نظام پاشا نے عدالت کو بتایا کہ توہین عدالت کی درخواست ایک خبر کی بنیاد پر دائر کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مہاراشٹر میں گزشتہ 4 ماہ میں 50 نفرت انگیز ریلیاں نکالی گئی ہیں۔ اس سے قبل سپریم کورٹ نے پورے ہندو سماج کی طرف سے نکالے جانے والے جلوسوں کے حوالے سے کئی ہدایات دی تھیں، جن میں کہا گیا تھا کہ حکام کو کسی بھی شکایت کا انتظار کیے بغیر نفرت انگیز تقریر کے خلاف، ملزم کے مذہب سے قطع نظر، ازخود کارروائی کرنی چاہیے۔

سماعت کے دوران جسٹس بی وی ناگ رتنا نے سابق وزرائے اعظم جواہر لعل نہرو اور اٹل بہاری واجپئی کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ واجپئی اور نہرو کو یاد کریں، جنہیں سننے کے لئے لوگ دور دور سے جمع ہوتے تھے۔ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ جسٹس جوزف نے کہا کہ بڑا مسئلہ پیدا ہوتا ہے جب سیاست دان سیاست کو مذہب کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ جس وقت سیاست اور مذہب الگ ہوجائیں گے، یہ ختم ہوجائے گی۔ جب سیاست دان مذہب کو استعمال کرنا چھوڑ دیں گے تو یہ سب رک جائے گا۔ ہم نے اپنے حالیہ فیصلے میں یہ بھی کہا ہے کہ سیاست مذہب کے ساتھ ملانا جمہوریت کے لئے خطرناک ہے۔ سپریم کورٹ بنچ نے پوچھا کہ ہندوستان کے لوگ دوسرے شہریوں یا برادریوں کی توہین نہ کرنے کا عہد کیوں نہیں لے سکتے؟ ریاستیں نفرت انگیز تقریر کو روکنے کے لئے کوئی نظام کیوں تیار نہیں کر پا رہی ہیں؟ عدالت نے کہا کہ ٹی وی اور عوامی فورمز پر روزانہ نفرت انگیز تقاریر کی جارہی ہیں۔ یہ تقریر کرنے والے لوگ خود پر قابو نہیں رکھ سکتے ہیں؟ سپریم کورٹ نے کہا کہ جس دن سیاست اور مذہب الگ ہوجائیں گے اور سیاسی لیڈر مذہب کو سیاست میں استعمال کرنا چھوڑ دیں گے، اس دن نفرت انگیز تقاریر بھی بند ہوجائیں گی۔

کسی بھی ملک اور اس کی حکومت کے لئے اس سے بڑی بے عزتی اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ عدالت عظمیٰ کو اس طرح کے ریمارکس دینے ہوں۔ عدالت کے یہ الفاظ ملک کے ہر اس باشعور شہری کی مایوسی کا عکاس ہیں جو کچھ عرصے سے مسلسل اس طرح کے بیانات کے سیلاب کو بے بسی اور خوف کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ اس کے ساتھ یہ ملک کی حکومت اور آئینی اداروں کے لئے سپریم کورٹ کی جانب سے ایک سخت تنبیہ ہے کہ اگر آگ اگلنے والی زبان اور بیانات کو جلد نہ روکا گیا تو حالات ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ حالات یہاں تک کیسے پہنچے اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس سوال کا جواب پانے کے لئے بھی کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ 2014 کے بعد سے ملک کے سیاسی منظر نامہ پر نگاہیں رکھنے والوں کو اس کا جواب آسانی سے مل سکتا ہے۔ اقتدار کے لئے سیاست میں مذہب کا استعمال کرتے ہوئے بھارتیہ جنتا پارٹی نے سماجی پولرائزیشن کا کامیاب نسخہ استعمال کیا۔ اقتدار سنبھالنے کے بعد نفرت انگیز تقریر اور بیانات کو فروغ دینے کے لئے باقاعدہ ایک نظام وضع کیا جس میں اس کے وزراء اور بڑے لیڈران شامل ہیں۔ ’گولی مارو‘ والے بیان سے لے کر ’پاکستان بھیجنے‘ اور ’ہندوستان میں رہنا ہے تو ہندو بننا ہوگا‘ جیسے بیانات بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیڈروں کے ہی ہیں۔ دھرم سنسد لگا کر مسلمانوں کی نسل کشی کا عہد کرنے والے بھی اسی بھارتیہ پارٹی سے وابستہ ہیں جن کے خلاف کارروائی تو دور انہیں تنبیہ بھی نہیں کی جاتی ہے۔ تشدد پھیلانے کے ذمہ دار اکثر لیڈران اور سیاسی کارکنوں کی وابستگی بھارتیہ جنتا پارٹی سے ہی ہے۔

نفرت انگیز تقریر کے معاملے میں سپریم کورٹ اس سے قبل بھی کئی بار اپنی ناراضگی کا اظہار کر چکا ہے، اسی سال جنوری کے مہینہ میں بھی سپریم کورٹ نے اس رجحان کو ’گندگی‘ قرار دیتے ہوئے خبردار کیا تھا کہ اسے روکا نہیں گیا تو یہ بہت جلد خطرناک ’عفریت‘ کی شکل اختیار کرلے گا۔ لیکن اس کے باوجود حکومت اس معاملے میں کوئی قدم اٹھانے سے قاصر ہے۔ ویسے بھی ہمارے قانون میں نفرت انگیز بیانات کے لئے الگ سے کوئی قانون نہیں ہے اور نہ ہی نفرت انگیز بیانات کی کوئی ’تعریف‘ طے کی گئی ہے۔ اس کی بنیاد پر حکمراں جماعت اپنے لیڈروں کے بیانات کو نفرت انگیز سمجھتی ہی نہیں ہے، بعض اوقات تو انہیں عدالتوں سے بھی یہ کہہ کر چھوٹ دے دی جاتی ہے کہ مسکرا کر کیا گیا جرم جرم نہیں ہوتا۔ حالانکہ لا کمیشن آف انڈیا اپنی ایک رپورٹ میں نفرت انگیز تقریر کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہہ چکا ہے کہ کسی بھی شخص کی سماعت یا بینائی کے دائرے میں خوف یا خطرہ پیدا کرنے یا تشدد بھڑکانے کی نیت سے لکھا یا بولا جانے والا لفظ ’نفرت انگیز‘ سمجھا جانا چاہیے۔ اس نفرت انگیزی کو روکنے کے لئے لا کمیشن فوجداری قانون میں ترمیم کی تجویز اور تعزیرات ہند میں بھی دو نئی دفعات شامل کرنے کی ضرورت بتاتا آرہا ہے۔ ایسے میں حکومت سے یہ توقع فضول ہی ثابت ہوگی کہ وہ نفرت انگیز بیانات کے معاملے میں کوئی کارروائی کرکے اپنے اقتدار کے لئے کوئی خطرہ مول لے گی اور نہ ہی عدالت کی رائے کے احترام میں مذہب کو سیاست سے الگ کرنے کی راہ نکالے گی کیوں کہ بی جے پی کے اقتدار کی بنیاد ہی سماج میں بدامنی، منافرت اور تشدد پر ہے اور یہ بدامنی، منافرت وتشدد سیاست اور مذہب کے غلیظ ومتعفن آمیزہ سے ہی پھیلتا ہے۔

بڑھتی منافرت ملک کے لئے پریشان کن

سراج نقوی

’ہیٹ اسپیچ‘ یا منافرت پر مبنی تقاریر سے متعلق ایک عرضی کی سماعت کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے جو کچھ کہا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس معاملے میں حکمرانوں کی مجرمانہ عدم فعالیت کس درجہ ہوچکی ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ حکمراں اس بات پر شرمندہ ہونے کی بجائے اپوزیشن پارٹیوں کی حکمرانی والی ریاستوں کو ہی کٹھرے میں کھڑا کر کے عدالت کے سامنے یہ تاثر دینے کی کوششیں کرتے ہیں کہ اپوزیشن کی حکمرانی والی ریاستوں کے حالات زیادہ خراب ہیں۔ یعنی اپنی نااہلی بلکہ کئی معاملوں میں تو دیدہ دانستہ برتی جارہی مجرمانہ چشم پوشی کو چھپانے کے لیے اپنے مخالفین کو ہی کٹھرے میں کھڑا کر دیتے ہیں۔

اس صورتحال سے ناراض سپریم کورٹ نے منافرت پر مبنی تقاریر کے خلاف کیرالا کے شاہین عبداللہ کے ذریعہ دائر توہین عدالت سے متعلق عرضی کی سماعت کرتے ہوئے منافرت پر مبنی تقاریر یا ’ہیٹ اسپیچ‘ کو روکنے میں ناکام حکمرانوں پر نہایت سخت تبصرہ کرتے ہوئے انھیں ’’نامرد‘‘ تک کہہ دیا۔ مہاراشٹر میں مسلسل منعقد کی جارہی فرقہ وارانہ منافرت پر مبنی ریلیوں کے خلاف مذکورہ عرضی کی سماعت کرتے ہوئے عدالت نے مہاراشٹر سمیت ان تمام ریاستوں کی حکومتوں کے خلاف سخت موقف اختیار کیا کہ جو منافرت پر مبنی تقاریر کو روکنے میں ناکام رہی ہیں۔ ہر چند کہ عدالت نے یہ نہیں کہا کہ یہ سب ریاست کی ایماء یا حوصلہ افزائی کے نتیجے میں ہورہا ہے، لیکن عدالت کے رخ سے یہ واضح تھا کہ وہ ایسے معاملوں میں ریاست کی مجرمانہ غفلت سے سخت ناراض ہے۔ جسٹس کے ایم جوزف اور جسٹس بی بی ناگ رتنا کی بنچ نے معاملے کی سماعت کے دوران کہا کہ ریاست میں ’ہیٹ اسپیچ‘ کے واقعات کے لیے ریاستی حکومت ذمہ دار ہے۔ عدالت کا کہنا تھا کہ ’’کسی کو بھی اپنی عزت سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ ایسے بیان دیے جاتے ہیں کہ پاکستان چلے جاؤ... لیکن سچائی یہ ہے کہ انھوں نے اس ملک کو منتخب کیا۔‘‘ ’’انھوں نے‘‘ سے عدالت کا اشارہ کس طرف تھا یہ واضح ہے۔ عدالت نے نفرت بھری تقاریر کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے میں ناکام رہنے پر مہاراشٹر حکومت اور دیگر کے خلاف دائر عرضی پر سماعت کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ ’’ہر دن حقیر عناصر ٹی وی اور عوامی پلیٹ فارموں پر دوسروں کو بدنام کرنے کے لیے تقریریں کر رہے ہیں۔‘‘ عدالت نے مہاراشٹر حکومت سے کہا کہ عدالتی احکامات کے باوجود دائیں بازو سے متعلق تنظیموں کے ذریعہ نفرت بھری تقاریر کو کنٹرول کرنے میں ناکام رہنے پر وہ اپنا جواب داخل کرے۔

دراصل کیرالا کے عبداللہ شاہین کے ذریعہ توہین عدالت کی مذکورہ عرضی ایک اخباری رپورٹ کے حوالے سے دائر کی گئی تھی۔ اس رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ ’’گذشتہ چار ماہ میں ریاست میں کم از کم پچاس ریلیاں منعقد کی گئیں، جہاں مبینہ طور پر نفرت پھیلانے والی تقریریں کی گئیں۔ سماعت کے دوران عدالت نے یہ تبصرہ بھی کیا کہ ’’اگر آپ ایک بڑی عالمی طاقت بننا چاہتے ہیں تو قانون کی حکمرانی ہونی چاہیے۔‘‘ عدالتی تبصروں سے بوکھلائے ہوئے سالیسیٹر جنرل تشار مہتا نے کیرالا کے ایک شخص کے ذریعہ ایک خاص فرقے کے خلاف کی گئی تقریر کا ذکر کیا اور الزام لگایا کہ شاہین عبداللہ نے ملک میں مذہبی منافرت پر مبنی تقاریر کے لیے مبینہ طور پر چند چنندہ تقاریر کی بات کہی۔ انھوں نے ڈی ایم کے لیڈر کے اسی طرح کے ایک بیان کا بھی ذکر کیا اور سوال کیا کہ عرضی گزار نے ان سب کو عرضی میں فریق کیوں نہیں بنایا؟ سالیسیٹر کا یہ رویہ حکومت کے اس رویے کے عین مطابق ہے کہ جو اپنے اوپر ہونے والی ہر تنقید کا جواب دینے کی بجائے مخالفین میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتی ہے، اور اس طرح اپنے اوپر لگنے والے الزامات سے توجہ ہٹانے کی کوشش کرتی ہے۔ تشار مہتہ مہاراشٹر کے معاملے سے عدالت کی توجہ ہٹانے کی کوشش میں یہیں نہیں رکے بلکہ عدالت سے یہ سوال بھی کیا کہ وہ کیرلا حکومت کو نوٹس کیوں نہیں جاری کر رہی ہے، جبکہ وہاں بھی بقول مہتا اس طرح کی منافرت پر مبنی تقاریر کی جارہی ہیں۔ واضح رہے کہ کیرالا میں کمیونسٹ حکومت ہے اور وہاں بھی بھگوا عناصر ماحول بگاڑنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن حکومت ان سے سختی سے پیش آتی ہے۔ ان عناصر کے جواب میں کچھ مخالفین بھگوا غنڈوں پر بھی سخت تنقید کر چکے ہیں۔ تشار مہتا کا اشارہ ایسے لوگوں کی ہی طرف تھا کہ جو بھگوا غنڈوں کو ان کے ہی لہجے میں جواب دینے کی جسارت کر لیتے ہیں۔

بہرحال، تشار مہتا کے مذکورہ بیان پر سخت موقف اپناتے ہوئے بنچ نے کہا ’’اسے ڈرامہ نہ بنائیں، یہ قانونی کارروائی ہے۔‘‘ حالانکہ عبداللہ کے وکیل نظام پاشا نے کہا کہ ’’نفرت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور وہ حقوق کے تحفظ کے لیے عدالت آئے ہیں۔‘‘ معاملے کی سماعت کے دوران عدالت نے مرکز کی طرف سے پیش وکیل کی اس دلیل کو بھی رد کر دیا کہ ایسے معاملوں میں ایف آئی آر درج کی گئی ہے۔ عدالت نے صاف کہا کہ ’’صرف ایف آئی آر درج کرنا مسئلے کا حل نہیں ہوگا، یہ بتائیں کہ اس کے خلاف کیا کارروائی کی گئی۔‘‘ واضح رہے کہ اس سے قبل اسی سال فروری میں ’ہیٹ اسپیچ‘ معاملے کی سماعت کے دوران عدالت نے کہا تھا کہ ’’ہندوستان جیسے سیکولر ملک میں مذہب کی بنیاد پر ہیٹ کرائم کی کوئی گنجائش نہیں۔‘‘ عدالت ایسے کچھ معاملوں میں دلّی پولیس سے چارج شیٹ پیش کرنے کے لیے بھی کہہ چکی ہے لیکن دلی پولیس کی طرف سے کہا گیا ہے کہ ایسے معاملوں کی جانچ ایڈوانس اسٹیج میں ہے۔ ظاہر ایسے معاملوں کو کسی نہ کسی طرح معرض التوا میں رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کا کیا سبب ہے اس کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ معاملہ مہاراشٹر میں مسلسل کی جانے والی ان ریلیوں کا ہو کہ جن میں منافرت پر مبنی تقاریر کی جارہی ہیں یا پھر مختلف ریاستوں میں ’دھرم سنسد‘ میں ہونے والی اشتعال انگیزی کا ان سب کے پس پشت حکمراں جماعت بی جے پی کے کئی بڑے لیڈروں کی خاموش رضامندی اور کہیں کہیں خود ان کی زہر آلود تقاریر کا ہی بڑا رول ہے۔ آسام کے وزیراعلیٰ بسوا مدارس کے خلاف کس طرح کا زہر اگلتے پھر رہے ہیں، کرناٹک کی بومئی حکومت میں خود وزیراعلیٰ اور ان کے ساتھی کس طرح کے بیان دے رہے ہیں، ایم پی میں شیوراج سنگھ چوہان اور اس کے علاوہ بی جے پی اور سنگھ کی ذیلی تنظیموں کے لیڈران جس طرح کے بیانات دے رہے ہیں ان سے مذہبی رواداری کی روایت کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ ہر چند کہ سنگھ سربراہ موہن بھاگوت کبھی کبھی اپنے بیانات سے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام یا مسلمانوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے، لیکن سنگھ اور بی جے پی کی اعلیٰ قیادت کے قول و عمل میں جو تضاد ہے اس سے پورا ملک ہی نہیں دنیا واقف ہوچکی ہے اور ملک کے سنجیدہ طبقے کو اس صورتحال کے سبب شرمندہ ہونا پڑ رہا ہے۔ عدالت نے حکومت کے خلاف اپنے تبصروں میں یہ نہیں کہا ہے کہ ماحول کو جان بوجھ کر حکمرانوں کے ذریعہ اور ایک مقصد کے تحت خراب کیا جارہا ہے، لیکن حقیقت اس سے کچھ زیادہ مختلف بھی نہیں۔ ہمارے وزیراعظم کن معاملات میں لب کشائی کرتے ہیں اور کن معاملات میں لب کشائی سے دامن بچا لیتے ہیں اس کا اگر گہرائی اور غیر جانبداری سے تجزیہ کیا جائے تو واضح ہو جائیگا کہ نفرت کی تجارت کے پس پشت کس کس کا ہاتھ ہے۔ وہ کون لوگ ہیں جو منافرت پر مبنی تقاریر کرنے والوں کا دفاع کر رہے ہیں اور ایک خاص فرقے کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ عدالت نے دراصل ایسے ہی عناصر کو ’’نامرد‘‘ کہا ہے۔

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر

خاموشی مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ

انسان دنیا میں آتا ہے اور زندگی کے ابتدائی سالوں سے گذرنے کے بعد جب شعور پیدا ہوتا ہے اور عقل و فہم کام کرنا شروع کرتی ہے تو اس کی پہلی خواہش یہ ہوتی کہ وہ آرام اور سکون کی زندگی گزارے، مصیبتوں سے اس کا سابقہ نہ ہو اور مشکلات اس کے گھر کے قریب نہ آئیں، اسے آسانیاں حاصل ہوں، سہولتوں سے زندگی بسر ہو، آرام و راحت کے تمام سامان فراہم ہوں، دکھوں سے اس کا کوئی واسطہ نہ ہو اور تکلیفیں اس کے قریب سے نہ گذریں، اس کے لئے وہ ہر جتن کرتا ہے، کبھی بارہ اور کبھی اٹھارہ گھنٹے کام کرتا ہے، پسینہ بہاتا ہے، محنت کرتا ہے، اپنی اور اپنے اہل و عیال کی زندگی کو پرسکون بنانے کے ئے تمام سختیاں جھیلتا ہے، ہر طرح اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ زندگی کے ہر موڑ پر خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ رہے اور کامرانیوں کے ساتھ وقت گزارے، اس کے علاوہ وہ اپنے اخلاق کو، اپنے کردار کو، اپنے معاملات کو بھی سنوارنے اور بہتر بنانے کی سعی پیہم کرتا ہے، اچھی عادتیں اختیار کرتا ہے، جو اسے معاشرے میں عزت دلائیں اور لوگوں کے درمیان اس کا وقار قائم ہو، بلند اخلاقی اسے عزت دیتی ہے لوگ اس کی تکریم کرتے ہیں اس کے قریب آتے ہیں اور اس کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کرتے ہیں، معاملات اچھے ہوں سب گرویدہ ہوتے ہیں، اور ہر شخص پیش قدمی کرتا ہے اپنے معاملات قائم کرنے اور اپنے تعلقات و روابط کو مضبوط کرنے کے لئے، ایسے ہی نسخہ خاموشی بھی ہے اگر آدمی خاموشی اختیار کرے تو بہت سے مشکلات اور دشواریوں سے بآسانی بچ سکتا ہے۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ بولنے میں مشکلیں ہیں، زیادہ بولنے میں بے عزت ہونے کا بھی خطرہ ہوتا ہے اور بے اعتبار ہونے کا بھی۔ زیادہ بولنے والے کو پسند نہیں کیا جاتا اس لیے کہ آدمی جب زیادہ گفتگو کرتا ہے تو اس کا امکان ہر صورت میں باقی ہے کہ اس کی زبان سے کچھ غلط بھی نکل سکتا ہے زیادہ بولنے والا بغیر سوچے سمجھے بولتا ہے، سوچ سمجھ کر بولنے والا زیادہ نہیں بولتا، مناسب گفتگو کرتا ہے کوئی دل شکن بات اس کی زبان سے ادا نہیں ہوتی، خاموشی کے بڑے فوائد ہیں۔ آدمی خاموش رہے گا سوالات سے بچے گا، خاموشی کی وجہ سے عافیت میں رہے گا، اس لیے کہ جو آگے بڑھ کر بولتا ہے لوگوں کے نشانے پر وہی آتا ہے، لوگ اسی سے تحقیق کرتے ہیں، اسی سے معاملات کی یا واقعات کی چھان بین کرتے ہیں، اسی کو گواہ بناتے ہیں کہ اس نے ہم سے ایسا کہا تھا اور جب بات نقل ہوتی ہے تو فریق مخالف کے دل میں بلاوجہ کی رنجش پیدا ہوتی ہے، اور وہ سینے میں کدورت پالتا ہے، کچھ لوگ تو موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ نقصان پہنچائیں، اس لیے بہتر ہے کہ آدمی خاموش رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت ابوذر غفاریؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: ’’اے ابوذر! کیا میں تمہیں دو ایسی خصلتیں نہ بتاؤں جو پشت پر ہلکی (کرنے میں آسان) اور میزان عمل میں بہت بھاری ہیں، حضرت ابوذر نے کہا: اے آقا! ضرور بتائیں آپ نے ارشاد فرمایا: (۱) طویل خاموشی (۲) خوش اخلاقی، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ مخلوق نے ان دو عادتوں سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں کیا، نیز فرمایا: کہ خاموشی پر مداومت اور ہمیشگی اختیار کرنے سے تمہیں اللہ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنے کا موقع نصیب ہوگا‘‘۔

خاموش رہنے والا شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے اس لیے کہ زبان آدم کو بہت سے فتنوں میں مبتلا کرتی ہے زبان اگر محفوظ رہے تو انسان کے بہت سے اعضاء محفوظ رہتے ہیں اس لیے کہ زبان نے برا کہا، ناروا بات کہی، کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کی کردارکشی کی اور یہ عمل زبان سے انجام دیا گیا ہوگا۔ اور انسان کے دیگر اعضاء اس تکلیف کو بھگتیں گے۔ جو دوسروں کی جانب سے اس کو دی جائے گی، اس لیے تمام اعضائے بدن زبان کے سامنے صبح کو یہ درخواست کرتے ہیں کہ تو خاموش رہنا، تیری خاموشی ہماری عافیت کا سبب ہے، پھر زبان کو اچھی باتوں اور ذکرِ خیر سے تر رکھنا چاہیے اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے جواب میں کہ: ’’جب انہوں نے پوچھا تھا کہ اللہ کے حبیب سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل یہ ہے کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے‘‘۔ زبان ہے اور صحیح ہے، مثبت گفتگو کی عادی ہے سچ اور صحیح بات ادا ہوتی ہے تو سب کی نظروں میں باوقار رہے، اس کی قدردانی کی جاتی ہے، اور لوگوں کے درمیان بھی اس کا تذکرہ رہتا ہے، کہ بھلا آدمی ہے زیادہ نہیں بولتا، بے موقع نہیں بولتا اور ایسی بات نہیں کہا جس سے طبیعت میں تکدر اور اکتاہٹ پیدا ہو۔ مشہور حکیم لقمان نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: ’’اے بیٹے! خاموش رہا کرو، جو خاموش رہتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے، جو زبان پر قابو نہیں رکھتا وہ نادم اور شرمندہ ہوتا ہے‘‘۔

کہیں بھی اور کسی جگہ بھی زبان آدمی کو شرمندگی اور ندامت سے بھی دوچار کرتی ہے، چند آدمی بیٹھے ہوئے ہیں، گفتگو کر رہے ہیں آپ ان کے پاس پہنچے اور ان کی گفتگو میں دخل اندازی کی یہ بات ناپسندیدہ بھی ہے اور ناگوار بھی، اہل مجلس اس شخص کی بات پر نہ تو توجہ دیں گے اور نہ اس شخص کو ہی لائق توجہ سمجھیں گے، یہ عقل سے محروم ہونے کی علامت ہے کہ آدمی دوسروں کی گفتگو میں دخیل ہو، جب اہل مجلس گفتگو سے فارغ ہو جائیں اور آپ کوئی بات کہنا چاہیں تو ان سے اجازت لے کر ان حضرات کو اپنی جانب متوجہ کر کے بات کہنی چاہیے، تاکہ آپ کی بات سنی جائے اور آپ کے بارے میں یہ خیال اور احساس پیدا ہو کہ آپ مہذب ہیں، شائستہ ہیں، آدابِ گفتگو اور آدابِ مجلس سے واقف ہیں، اس لیے خاموشی اختیار کیجئے کہ خاموشی میں ہی بھلائی ہے۔

اختلاف رائے اور اس کے حدود

فیصل مصطفی فاروقی

آزادی رائے انسان کا بنیادی حق ہے کیوں کہ ہر انسان اپنی مخصوص فطرت پر پیدا ہوا ہے اور اس کی رائے کے استوار ہونے کا بہت کچھ دار و مدار بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کے مخصوص معاشرے، مخصوص تہذیب اور مخصوص ماحول پر ہوتا ہے کیوں کہ وہ اسی فضا میں سانس لیتا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ آزادیٔ رائے اور اختلاف رائے دونوں ایک ہی جگہ پنپنے والی چیزیں ہیں۔ انسانوں کی فکروں میں اختلاف ایک فطری اور ناگزیر عمل ہے جو کہ اس کے مخصوص خاندانی نظام اور مخصوص معاشرتی ڈھانچے میں رہنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ اختلاف رائے اسی وقت سامنے آئے گا جب کہ اس معاشرے میں ہر فرد کو آزادیٔ رائے کی مکمل آزادی ہوگی۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اختلاف رائے کی بنیاد آزادیٔ رائے پر تعمیر ہوتی ہے اور پھر یہ ارتقاء کے مدارج طے کرتی رہتی ہے کبھی یہ ترقی کا وسیلہ بنتی ہے اور تمدن کو بامِ عروج پر لے جاتی ہے تو کبھی یہ اختلاف رائے معاشرے اور تہذیب کے انتشار اور انحطاط کا باعث بنتی ہے۔ دراصل اس ضمن میں اس کی حدود اور بنیاد اصل چیز ہے جس کو ہر حال میں مدنظر رکھنا چاہیے!

اسلام میں آزادیٔ رائے پر بات کرنے سے پہلے یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان وجوہات کی نشاندہی کی جائے جو بنیادی طور پر کسی مذہب کے دو ادوار میں مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ ہر مذہب میں ایک ایسا دور ہوتا ہے جس میں اس مذہب کا مبلغ یا بانئ مذہب خود موجود ہوتا ہے۔ اس دور کو ہم تاسیسی دور (Foundational Phase) کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ اس دور میں مذہب کا بانی یا مبلغ یا پیشوا اپنا پیغام انسانوں کی رہنمائی کے لئے پہنچاتا ہے اور عملاً کر کے بھی دکھاتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے۔ اس طرح دوسرا دور شروع ہوتا ہے جس میں بانئ مذہب موجود نہیں ہوتا بلکہ اس کی تعلیمات تحریری یا تقریری شکل میں رہنمائی کے لئے موجود ہوتی ہیں۔ اس دور کو ہم تشریحی دور (Interpretive Phese) کہتے ہیں۔ اس دور میں عموماً لوگ اپنے بانئ مذہب کی تعلیمات اور مذہب کی تعلیمات کی تشریح و تاویل کرتے ہیں اس طرح زمانے کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ تاویلات و تشریحات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ عموماً یہ دور سب سے زیادہ نازک اور پیچیدہ ہوتا ہے اس طرح ہر مذہب میں زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف اعتقادی اور فکری اختلاف رونما ہوتے ہیں اور بعض اوقات یہ فرقہ بندی کے سبب بنتے ہیں۔

اوپر کی بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ آزادیٔ رائے انسان کا بنیادی حق ہے اور کوئی بھی مذہب یا تحریک اپنے کو مکمل اور ابدی اس وقت تک نہیں کہہ سکتی جب تک کہ اس کی تعلیمات میں آزادیٔ رائے اور اختلاف رائے کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو۔ یہ صحیح ہے کہ یہ حق کسی حد تک محدود ہوتا ہے۔ اسی لیے مذہب اسلام نے آزادیٔ رائے کا حق انسانوں کو عطا کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم غور و فکر پر بڑا زور دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ”کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے کہ اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ تفاوت ہوتا“۔ (4:82) مذکورہ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے اپنی الہامی کتاب پر غور کرنے کی بات کی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی چیز پر رائے قائم کرنے سے پہلے غور و فکر ایک بنیادی چیز ہے۔ اسی طرح قرآن کریم نے جا بجا کائنات کے مختلف النوع مظاہر، انسانوں کی تخلیق اور کائنات کے مختلف مناظر کی مثالیں دے کر غور و فکر کی تلقین کی ہے تاکہ انسان غور و فکر کر کے رائے قائم کر سکے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: ”یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں“۔ (47:24) اس آیت میں بھی قرآن نے تدبر پر بڑا زور دیا ہے اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے غور و فکر و تدبر کے حوالے سے انسانوں کو یہ آزادی دی ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرے اور اپنے علم کو وسعت دے اور اپنے رب کا شکر گزار بنے۔

اسلام میں اختلافِ رائے: اب جب کہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام آزادیٔ رائے کا مخالف نہیں تو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آزادیٔ رائے کے بعد اختلاف رائے افراد کے درمیان ناگزیر اور فطری ہے۔ جب عوام ذاتی رائے کا اظہار کریں گے تو لازماً اختلافِ رائے ابھر کر سامنے آئے گا کیوں کہ بنیادی طور پر ہر انسان کی اپنی منفرد فکر ہوتی ہے اور یہ فکر اس کے مخصوص معاشرے اور ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے اختلاف رائے کی گنجائش ہے تاکہ بہترین رائے ابھر کر سامنے آسکے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ”باتوں کو سن کر ان میں سے بہترین کی پیروی کرنا عقل مندوں کا کام ہے“۔ (39:18) اصل بات یہ ہے کہ مشورے کرنے کے لئے مختلف لوگوں کی رائے لینا ضروری ہے اور اسی اختلاف رائے میں سے بہترین رائے کو مان لینا معاشرے اور مذہب کے حق میں بہترین ہوتا ہے چنانچہ قرآن میں ایک اور جگہ وارد ہوتا ہے: ”مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے کرنے چاہیے“۔ (42:38) اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ اسلامی تعلیمات کا پسندیدہ عمل ہے اور کسی مشورے کے لئے رائے کا حق دینا ضروری ہے تبھی ہم کسی احسن رائے پر پہنچ سکتے ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر میں مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی کو امیر مقرر کرتا تو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو امیر بناتا“۔ (مسند احمد) مذکورہ حدیث سے واضح ہوتا ہے اسلام نے لوگوں کی آرا کو کس قدر اہمیت دی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اختلاف رائے کا مقصد کیا ہے؟ اگر اختلاف رائے مثبت نتائج کی طرف لے جاتا ہے تو اسلام میں اس کی گنجائش موجود ہے اگر اختلاف رائے محض ضد اور انا پر مبنی ہوگا اور اسلام کی روح کے خلاف ہوگا تو قابل قبول نہ ہوگا۔ چنانچہ قرآن میں آتا ہے: ”ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جن میں باہم پھوٹ پڑ گئی اور واضح احکام کے باوجود جنہوں نے باہم اختلاف کیا“۔ (6:159) مذکورہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ واضح احکامات آنے کے باوجود محض انا اور ضد کی وجہ سے کیے گئے اختلافات فرقہ بندی کا باعث بنتے ہیں اور اسلام نے ایسے اختلافات سے روکا ہے۔ آخر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ایسے اختلاف رائے کو پسند کرتا ہے جو مثبت نتائج کے حامل ہوتے ہیں اور جن سے تفرقہ نہیں پڑتا۔ وہیں اسلام ایسے اختلاف رائے کو ناپسند کرتا ہے جو محض غرور، تکبر اور ضد پر مبنی ہو جو باہم دلوں میں تفرقہ ڈالنے کا سبب بنے اور جس کے نتائج انحطاط اور زوال کی طرف لے جائیں۔

اختلاف رائے کے حدود: اختلاف رائے کے ضمن میں سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا ہر انسان کو اپنی رائے کی آزادی مکمل اور لامحدود حد تک دی جائے یا یہ محدود ہو؟ یہ سوال نہایت اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ عموماً غیر محدود چیزوں کا استعمال جائز سے زیادہ ناجائز کاموں کے لئے کیا جانے لگتا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ اگر اسے مکمل چھوٹ فراہم ہو جائے تو وہ بہت آگے نکل جاتا ہے جہاں سے واپسی اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ اسی لیے غالباً اسلام نے آزادیٔ رائے اور اختلاف رائے جس کو فقہ کی اصطلاح میں اجتہاد و قیاس وغیرہ کے نام سے جانا جاتا ہے اس کے حدود طے کر دی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں ایک محدود حد تک آزادیٔ رائے اور اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے۔ جس کی صداقت حضرت معاذ بن جبلؓ کی مشہور حدیث سے ہوتی ہے جس میں قرآن کریم کو پہلا، حدیث مبارکہ کو دوسرا اور اجتہاد کو تیسرا ماٰخذ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ تاریخ میں مذکور ہے کہ کسی بھی نئی صورت حال میں صحابۂ کرام نے قرآن مجید و سنت سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ دوسرے لفظوں میں کوئی بھی مسئلہ ابھرتا تو صحابہ قرآن سے رجوع کرتے اگر قرآن میں واضح دلیل یا حکم نہیں ملتا تب وہ سنت و حدیث سے رجوع کرتے اگر وہاں بھی واضح حل نہیں ملتا تو اپنے اجتہاد، عقل اور رائے سے کام لیا کرتے۔

اوپر کی بحث کے بعد ان حدود کا تعین کرنا بہت آسان ہو گیا ہے جو اسلام نے آزادیٔ رائے اور اختلاف رائے کرتے وقت ملحوظ رکھنے کو کہا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام اختلاف رائے کی حدود بنیادی طور پر قرآن و احادیث ہیں۔ قرآن و حدیث میں اگر واضح احکام موجود ہوں تو ان پر غور و فکر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ جانتے ہوئے کہ ہماری آرا اس الہامی علم کے خلاف نہ جاتی ہوں۔ اسی طرح عقل کی رہنمائی لیتے وقت اس کا جائز حد تک استعمال کرنا چاہیے یعنی عقل کی توجیہ ہم جو بھی کریں وہ قرآن و سنت کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو۔ اختلاف رائے اور آزادیٔ رائے اسی وقت مثبت نتائج کا حامل ہوگا جب کہ وہ قرآن و سنت کی حدود میں ہو۔ اس لیے ضروری ہے کہ رائے کا اظہار کرتے وقت ہمارے مدنظر قرآن و سنت کی عالمگیر تعلیمات موجود ہوں۔ اسی طرح کوئی بھی رائے قائم کرنے سے پہلے سنت کا پاک وصاف ہونا ضروری ہے۔ یعنی اختلاف رائے کسی ضد یا تکبر پر مبنی نہ ہو۔ خلاصے کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آزادیٔ رائے ایک ایسا فریضہ ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات اور اس علاقے و زمانے کی نبض کو سمجھتے ہوئے کیا جائے اور جو مثبت اقدار پر مبنی ہو۔

رمضان المبارک کے بعد کیا ہم آزاد ہیں؟

مولانا شمس الحق ندوی

رمضان المبارک خیر و برکت اور اللہ رب العزت کے جود و سخا و رحمتوں کی بارش کا موسم بہار ہوتا ہے، اور اس مہینہ کے ختم اور چل چلاؤ کا وقت آتا ہے تو رب کریم کی نوازشات بے پناہ ہوتی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت! اس کریم رب کی بارگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑا قصور معاف کرنے والا ہے، پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں:

کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے آقا اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، میں نے ان کو رمضان اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم، جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا، میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم، تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور ذلیل نہ کروں گا، بس اب تم بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہوں، فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے وقت ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور خوشی سے کھل جاتے ہیں۔

یہ ہے روزہ کا انعام اور صرف اللہ کی رضا کے لئے بھوکے پیاسے رہنے اور ذکر و تلاوت کا صلہ جو اللہ کے اجر و ثواب ہی کی خاطر کیا گیا تھا، کیا انعام پانے والا خوشی میں سرمست ہو کر ایسے کام کرنے لگتا ہے جو اس انعام کے شایان نہ ہوں کیا انعام پانے کے بعد اس کو یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ اب تم بخشے بخشائے ہو، کوئی بھی غلط یا برا عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا، کیا رمضان میں جس نے اپنی حلال کمائی کو بھی پابندیوں کے اوقات میں نہ کھایا ہو، وہ اب رمضان کے بعد حرام مال کھائے گا؟ وہ اپنے بھائی، پڑوسی، حصہ دار اور دیگر لوگوں کے حقوق مارنا اور اس پر ناجائز قبضہ کر لینا درست و روا سمجھے گا؟ رمضان میں اس نے اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت، چغلخوری اور فحش گوئی سے باز رکھا، کیا رمضان کے بعد اپنی زبان کو بے لگام چھوڑ دے گا؟ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

یکم مئی ہم محنت کشوں کے مسائل پر بھی توجہ ہو!

عارف عزیز بھوپال

یکم مئی ساری دنیا میں مزدوروں اور محنت کشوں کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے کیونکہ اسی دن ۱۸۸۶ء میں امریکہ کے مزدوروں نے کام کے اوقات میں کمی کر کے آٹھ گھنٹے مقرر کرنے کے لئے جدو جہد شروع کی تھی اور وہاں کے حکمراں طبقہ کی زبردست جوابی کارروائی کا نہایت ہمت سے مقابلہ کرتے ہوئے ۱۹ مزدور کام آگئے تھے جبکہ چار مزدور رہنماؤں کو پھانسی دے دی گئی تھی۔ مزدوروں کی ان تمام قربانیوں اور حقوق کے لئے جدو جہد کی یاد تازہ رکھنے کے مقصد سے ۱۸۹۰ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہر سال یکم مئی کو مزدوروں کی عالمی برادری محنت کشوں کے حقوق کا دن منائے گی اس طرح ''یوم مئی'' کے انعقاد کو آج ایک سوبیس سال پورے ہو گئے ہیں، اس عرصہ میں دنیا کی صورت حال خاص طور پر مزدوروں کے حالات میں کافی تبدیلی آئی ہے محنت کشوں کے کئی حقوق ان کو مل گئے مگر دوسری طرف ان کے استحصال کے نت نئے طریقے بھی سامنے آرہے ہیں اور یوں دنیا کے بڑے حصہ میں سرمایہ اور محنت کی کشمکش آج بھی جاری ہے مزدوروں کو اپنے حق کے لئے لڑنا پڑ رہا ہے۔ شہروں کے کل کارخانوں میں مزدوروں کو جن مسائل کا سامنا ہے ان سے کہیں زیادہ پیچیدہ مسئلہ دیہی مزدوروں کا ہے جن کی ایک بڑی تعداد ہمارے ملک میں غلامی سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے ایسے ہی بندھوا مزدوروں کو بیگار سے نجات دلانے کے لئے عرصہ سے اعلان ہو رہا ہے، ریاستی اور مرکزی حکومتیں ہر سال یہ خوش خبری سناتی ہیں کہ اتنے ہزار بندھوا مزدوروں کا سراغ لگا کر انہیں بیگار لینے والوں کے چنگل سے چھڑا لیا گیا ہے عام طور پر بندھوا مزدور بے زمین کسان ہوتے ہیں یا چھوٹے کھیت والے جنہیں کسی مجبوری سے معمولی قرض لینا پڑتا ہے لیکن پھر زندگی بھر اس بیڑی سے ان کا پاؤں نہیں چھوٹتا اور غلاموں کی طرح انہیں ساہوکاروں کا کام کرنا پڑتا ہے اکثر تو باپ دادا کے قرض کا بھگتان اس کی اولاد کو بھی کرنا پڑتا ہے۔

مزدوروں کی دوسری قسم عورتوں اور بچوں کی ہے جن پر اور بھی زیادہ مظالم توڑے جاتے ہیں خاص کر بچہ مزدوروں کو صبح سورج طلوع ہونے سے لے کر نصف رات تک خود کے کھانے پینے یا گھر والوں کی روٹی کے لئے کام کرنا پڑتا ہے اور ان کی سب سے زیادہ تعداد برصغیر ہند- پاک اور بنگلہ دیش میں موجود ہے جو کروڑوں کی تعداد میں آدھا پیٹ کھا کر اور بدن پر صرف لنگوٹی لگا کر ہوٹلوں، بھٹیوں اور کانوں میں دن رات کام کرتے ہیں مگر ان کے لئے نہ کوئی قانون ہے اور نہ زندگی کا کوئی آرام انہیں میسر ہے، محنت کشوں اور مزدوروں کے مسائل کی کمی اور ان میں سے بیشتر مسائل مزدوروں کی روزی روٹی سے تعلق رکھتے ہیں، سرمایہ دارانہ سماج میں حکمراں طبقہ اپنے لئے زیادہ منافع حاصل کرنے کے لئے مزدوروں اور محنت کشوں پر بوجھ ڈالتا ہے اور ان کی اصلی اجرت میں کٹوتی کرتا ہے جب سے ہمارے ملک میں کھلی معیشت کی ہوائیں چلنے لگی ہیں مزدوروں کا مستقبل پہلے سے زیادہ غیر محفوظ ہو گیا ہے اور ان کے استحصال کے لئے نئے طریقے ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنا رہی ہیں۔

بہر حال ہر سال ''یوم مئی'' آتا ہے تو مختلف عنوانوں سے ایسے مزدوروں اور محنت کشوں کو یاد تو کر لیا جاتا ہے ان کے حق اور اجرت کے بارے میں خوش کن باتیں بھی ہو جاتی ہیں لیکن ان کا حال درست کرنے کی کوئی عملی پہل نہ تو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہندوستان میں ہوتی ہے نہ اسلامی ممالک پاکستان اور بنگلہ دیش میں جبکہ جمہوریت اور اسلام کے زریں اصولوں کی دہائی دیتے ہوئے یہاں کے حکمراں کبھی نہیں تھکتے۔ حالانکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور مظلوم طبقے، غلام اور محنت کشوں کے حقوق کے تحفظ پر دیا گیا ہے، حیات نبویؐ کے آخری حصے اور وصالِ نبوی کے آخری لمحات میں نبی پاک ﷺ کی زبان سے ادا ہونے والے کلمات میں نماز اور غلاموں کے بارے میں خدا سے ڈرنے کی تلقین کی گئی، غلام جن کو آج کی اصطلاح میں خادم اور مزدور سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔، نبی پاک ﷺ نے تمیز غلام و آقا کو مٹا ڈالا تھا اور اس کا اثر یہ ہوا اسلام کی رواداری کا اپنوں نے نہیں دوسروں نے بھی کھلے دل سے اعتراف کیا۔ ج یوم مئی مناتے وقت کم از کم مسلمانوں کو تو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ محنت کی عظمت کا اسلام نے دنیا کے تمام مذاہب اور جدید نظاموں سے زیادہ اعتراف کیا ہے اسلام کی تعلیمات پر اگر عمل ہو جائے تو دنیا کے محنت کشوں کے مسائل آج حل ہو سکتے ہیں۔

صحابیات کا عشق رسول ﷺ

''☆ سیدہ عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے نبی علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کرا دیں۔ سیدہ عائشہؓ نے حجرہ مبارکہ کھولا۔ وہ صحابیہ عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قدر مغلوب تھیں کہ زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرمائیں۔ (شفاء شریف) ☆ ام المومنین ام حبیبہؓ کے والد ابو سفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں اپنی بیٹی سے ملنے مدینہ گئے۔ قریب پڑے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہؓ نے جلدی سے بستر الٹ دیا ابو سفیان نے پوچھا بیٹی مہمان کے آنے پر بستر بچھاتے ہیں بستر لپیٹتے تو نہیں۔ ام حبیبہؓ نے کہا ابا جان یہ بستر اللہ تعالی کے پیارے اور پاک محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ مشرک ہونے کی وجہ سے ناپاک ہیں لہذا اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ابو سفیان کو اس کا بڑا رنج ہوا مگر ام حبیبہؓ کے دل میں جو محبت اور عظمت اللہ کے رسولؐ کی تھی اس کے سامنے جسمانی رشتے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ قربان جائیں ان کے پیارے عمل پر کہ فیصلہ کر لیا کہ باپ چھوٹتا ہے تو چھوٹ جائے مگر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ ☆ ایک صحابی حضرت ربیعہ اسلمیؓ نہایت غریب نوجوان تھے۔ ایک مرتبہ تذکرہ چلا کہ انہیں کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے انصار کے ایک قبیلے کی نشاندہی کی کہ ان کے پاس جا کر رشتہ مانگو۔ وہ گئے اور بتایا کہ میں نبی علیہ السلام کے مشورے سے حاضر ہوا ہوں تاکہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے کر دیا جائے۔ باپ نے کہا بہت اچھا ہم لڑکی سے معلوم کر لیں جب پوچھا تو وہ لڑکی کہنے لگی ابو جان یہ مت دیکھو کہ آیا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ بھیجنے والا کون ہے۔ چنانچہ فوراً نکاح کر دیا گیا ☆ فاطمہ بنت قیس ایک حسین و جمیل صحابیہ تھیں، ان کے لئے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ جیسے دولت مند صحابی کا رشتہ آیا۔ جب انہوں نے نبی علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو۔ حضرت فاطمہؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور عرض کی اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں نکاح کر دیں۔ یعنی میرے لئے یہی خوشی کافی ہے کہ آپ کے ہاتھوں سے میرا نکاح ہوگا۔ (نسائی شریف، کتاب النکاح)''

بقیہ صفحہ اول......................

جس قدر اس کی ضرورت تھی، دعوت کا یہ کام ہمیں زبان و قلم سے بھی کرنا چاہیے اور عمل سے بھی، اسلام کی خوبیاں کتابوں سے کم اور عمل سے زیادہ سمجھ میں آتی ہیں، تھیوری جاننا ضروری ہے، لیکن جب تک وہ پریکٹیکل کے مرحلہ سے نہیں گذرے گا اس کی افادیت سامنے نہیں آسکتی رابندر ناتھ ٹیگور نے ایک موقع سے کہا تھا اسلام کی ترویج واشاعت میں خود مسلمان رکاوٹ ہیں۔ اس لیے کے ان کا عمل اسلام کا اشتہار نہیں بن پا رہا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے عمل سے اسلام کی حقانیت وصداقت واضح کریں، ہمیں شکوہ ہے کہ عوامی نمائندہ اداروں میں ہم تعداد میں بہت کم ہیں، اس لیے ہماری آواز نہیں سنی جاتی، لیکن جہاں ہماری آواز کا سنا جانا یقینی ہے، اور جہاں جانے سے ہمیں کوئی روک نہیں سکتا، وہاں ہماری نمائندگی کتنے فی صد ہے، ذہن نہیں منتقل ہوا ہو تو میں بتا تا چلوں کہ مساجد کی پنج وقتہ نمازوں میں ہماری تعداد کتنی ہے، یہ وہ در ہے جہاں سب بات سنی جاتی ہے، اور سب کی سنی جاتی ہے، لیکن اللہ کے دربار میں جانے اور اس سے اپنی مرادیں مانگنے، اپنی تکالیف کو دور کرنے کے لیے درخواست کرنے سے ہم کس قدر گریزاں ہیں، یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی اور جہاں مانگنا ذلت نہیں، عبادت ہے، کاش مسلمان اس بات کو سمجھ لیتے، ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ فرقہ پرست طاقتوں کے مقابلے ہم شیشہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں، ذات پات، مسلک و مشرب اور دوسرے فروعی مسائل میں الجھ کر ہم منتشر ہو گیے ہیں، اس انتشار نے ہمیں انتہائی کمزور کر دیا ہے، اس خول سے باہر آکر کلمہ کی بنیاد پر اتحاد کو فروغ دینا چاہیے، اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے، کفر والحاد کے تیر چلانے سے گریز کرنا چاہیے، بعض فرقے واضح طور پر اسلام سے الگ ہیں، جیسے قادیانی، اس سے ہمارا اختلاف اساسی اور ختم نبوت کے اسلامی عقیدہ پر مبنی ہے، لیکن جن فرقوں سے اختلافات فروعی ہیں، ان سے چھیڑ چھاڑ اور ان کے خلاف آواز بلند کرنا جس سے فرقہ بندی کو فروغ ہو، اسلام کے شایان شان نہیں، اللہ رب العزت نے جس اسلام کو اپنا دین قرار دیا ہے، وہ صرف اور صرف اسلام ہے، اسکے آگے پیچھے کوئی مضاف، مضاف الیہ نہیں ہے۔

بقیہ: رمضان المبارک کے بعد کیا ہم آزاد ہیں؟...................... اس نے رمضان المبارک میں محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی، اہل حق کے حقوق ادا کئے، صدقہ دیا، زکوٰۃ نکالا، بھوکوں کو کھانا کھلایا، جن کے پاس کپڑے نہ تھے ان کو کپڑے بنوا دیئے، کیا یہی شخص اب یتیموں، بیواؤں کے ہاتھ ٹکڑا چھینے گا؟ کیا خود کھائے اور اپنے بھائی کو فاقہ کی حالت میں دیکھے گا؟ بلکہ اس پر خوش ہوگا، جملے کسے گا، اکڑے گا، اترائے گا، کیا اب وہ امت مسلمہ کی دینی و ملی ضرورتوں سے آنکھیں بند کرے گا اور اپنی دنیا میں مگن رہے گا؟

نہیں، ہرگز نہیں، آقا کے اس فرمان نے کہ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہوں، ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیا اور رمضان المبارک کی مشق نے اس کی صلاحیت بھی پیدا کر دی ہے اور یہ سمجھا دیا ہے کہ جس طرح تم نے یہ ایک مہینہ گزار کے دیکھ لیا کہ غلط کاموں سے بچنے اور نیک کاموں کے کرنے کی تم میں طاقت وصلاحیت ہے، اسی طرح تم ہمت سے کام لو تو پوری عمر گزار سکتے ہو اور آقا کے حضور بخشے بخشائے پہنچ سکتے ہو۔

جب یہ حقیقت ہے تو ہم کیوں نہ رمضان کے بعد کی زندگی بھی آقا کے حکموں کے مطابق گزاریں اور ہم کو بخشے بخشائے ہونے کی جو سند ملی ہے اس میں داغ دھبہ نہ لگنے پائے، بلکہ اس اجر و ثواب میں کسی ایسے گناہ کی آنچ و گرمی نہ پہنچنے پائے جو اس کو جلا کر اس طرح خاک کر دے جیسے ماچس کی تیلی کہ دیکھنے میں کتنی حقیر و معمولی ہے، مگر بسا اوقات ذرا سی چوک بڑے بڑے ڈھیر وذخیروں بلکہ گاؤں و بستیوں کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔

جو تاثیر ماچس کی تیلی میں ہوتی ہے، بعینہ یہی تاثیر بلکہ اس سے بڑھ کر بعض اعمال میں ہوتی ہے، لہذا رمضان کے بعد کی زندگی اور خصوصاً آقا کے اعلان معافی کو سن کر اپنی زندگی زیادہ احتیاط اور تقویٰ کے ساتھ گزارنے کی ہمت و حوصلہ کرنا چاہئے، رمضان کے بعد والی زندگی میں صاف عیاں ہونا چاہئے کہ ہم نے رمضان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

یہ یاد رہے کہ جس آقا نے رمضان المبارک میں اپنی رحمتوں اور بخششوں کی جھڑی لگا رکھی تھی اس کے خزانہ قدرت میں کچھ کمی نہیں آگئی کہ رمضان کے بعد داد و دہش سے ہاتھ روک لے اور سنبھال کر خرچ کرے، اس کا دریائے رحمت بعد میں بھی کھلا رہتا ہے اور لینے والوں کے لئے کچھ کمی نہیں ہوتی، یہ بڑی غلطی ہوگی کہ آدمی اب اگلے رمضان تک اپنے کو آزاد سمجھے، یہ رمضان المبارک کی روح اور تقاضے کے سراسر خلاف ہے، یہ سمجھ لینا کہ رمضان میں بہت کچھ کما لیا، اب اگر نمازوں میں وہ اہتمام نہ ہو اور حرام و حلال میں فرق و احتیاط کا دھیان و خیال نہ ہو تو بندے کا طرز عمل آقا کو ناراض بھی کر سکتا ہے کہ اس کی ذات بڑی غیور ہے، لہذا اس کی پوری فکر ہونی چاہئے کہ رمضان کے بعد کی زندگی آقا ہی کی مرضی کے مطابق گزرے، اگر ایسا کیا گیا تو خیر و برکت کا سلسلہ اب بھی جاری رہے گا اور آفات و بلیات سے حفاظت رہے گی، ایمان و اسلام کی سچی روح اپنا کام کرتی رہے گی، ورنہ ہماری مثال عرب کی اس عورت کی سی ہوگی جو سوت کاتتی پھر اس کو کھول دیتی یعنی اپنے کئے کرائے کو ملیامیٹ کر دیتی تھی۔

هفتۂ رفتہ

محمد اسعدالله قاسمی

مغربی بنگال میں آسمانی بجلی گرنے سے 14افراد ہلاک

مغربی بنگال کے پانچ اضلاع میں جمعرات کو آسمانی بجلی گرنے سے کم از کم 14 افراد ہلاک ہو گئے، ایک افسر نے یہ اطلاع دی، ڈیزاسٹر مینجمنٹ ڈپارٹمنٹ کے ایک اہلکار نے بتایا کہ بجلی گرنے سے مشرقی بردوان ضلع میں چار اور مرشد آباد اور شمالی 24 پرگنہ میں دو دو لوگوں کی موت ہوئی، دوسری جانب مغربی مدنا پور اور ہاوڑہ رورل میں تین تین افراد کی موت ہوئی، افسر نے کہا کہ اپنی جانیں گنوانے والے زیادہ تر لوگ کسان تھے، جو کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔

اگر حکومت بنتی ہے تو بس سفر مفت ہوگا، کرناٹک میں کانگریس کا خواتین سے بڑا وعدہ

کرناٹک میں پانچویں انتخابی 'گارنٹی' کا اعلان کرتے ہوئے، کانگریس کے سینئر لیڈر راہل گاندھی نے جمعرات کو ریاست میں خواتین کے لیے پبلک ٹرانسپورٹ بسوں میں مفت سفر کا وعدہ کیا، راہل گاندھی نے 10 مئی کو ہونے والے اسمبلی انتخابات کے لیے اُڈپی اور دکشینہ کنڑ اضلاع میں پارٹی امیدواروں کے حق میں مہم چلائی، انہوں نے کانگریس کے انتخابی ضمانتوں کو پورا نہ کرنے کے بارے میں وزیر اعظم نریندر مودی کے ریمارکس کو بھی نشانہ بنایا، یہاں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے راہل گاندھی نے کہا" ہم چار موجودہ (انتخابی) ضمانتوں میں ایک اور گارنٹی کا اضافہ کریں گے، یہ خواتین کے لیے ہوگا، مودی جی، غور سے سنیں۔ کانگریس کے اقتدار میں آتے ہی پہلے دن پانچویں گارنٹی کو بھی نافذ کیا جائے گا، جس کے تحت خواتین کرناٹک بھر میں پبلک ٹرانسپورٹ بسوں میں مفت سفر کریں گی۔

آنند موہن کی رہائی کے معاملے میں پٹنہ ہائی کورٹ میں مفاد عامہ کی عرضی دائر

پٹنہ ہائی کورٹ میں ایک عرضی دائر کی گئی ہے جس میں بہار کے جیل قوانین میں ترمیم کو چیلنج کیا گیا ہے، جس نے تین دہائی قبل ایک آئی اے ایس افسر کو قتل کرنے کے جرم میں عمر قید کی سزا کاٹنے کے بعد گینگسٹر سے سیاستدان بنے آنند موہن کی رہائی کا راستہ ہموار کیا تھا، سابق ایم پی آنند موہن، جو تقریباً تین دہائیاں قبل انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس (آئی اے ایس) افسر جی کرشنا کے قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا کاٹ رہے تھے، جمعرات کی صبح بہار کی سہرسہ جیل سے رہا کر دیا گیا۔

منیش سسودیا کی مشکلات میں اضافہ عدالت نے 12 مئی تک بڑھائی عدالتی حراست کی مدت

ایکسائز پالیسی سے متعلق معاملہ میں دہلی کے سابق نائب وزیر اعلی اور اے اے پی لیڈر منیش سسودیا کی عدالتی حراست میں توسیع کر دی گئی ہے، دہلی کی راؤز ایونیو کورٹ نے سسودیا کی عدالتی تحویل میں 12 مئی تک توسیع کر دی ہے، اس سے پہلے 17 اپریل کو عدالت نے سسودیا کی تحویل میں 10 دن کی توسیع کرتے ہوئے اسے 27 اپریل تک کر دی تھی، جس کی مدت پوری ہونے کے بعد عدالت نے کیس کی سماعت کرتے ہوئے عدالتی تحویل میں مزید توسیع کر دی ہے، ایکسائز پالیسی کیس میں عدالتی حراست میں رکھے گئے سسودیا نے اپنی بیوی کی طبیعت خراب ہونے اور بیٹے کے بیرون ملک ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے عدالت میں ضمانت کی درخواست بھی داخل کی تھی، بتادیں کہ منیش سسودیا کی اہلیہ 'آٹو امیون ڈس آرڈر' بیماری میں مبتلا ہیں اور انہیں یہاں کے ایک پرائیویٹ اسپتال میں داخل کرایا گیا ہے۔ 49 سالہ سیما سسودیا کو اندر پرستھ اپولو اسپتال کے نیورولوجی ڈیپارٹمنٹ میں داخل کرایا گیا ہے اور ان کی جانچ کی جارہی ہے۔

ایلوپیتھی اور آیورویدڈاکٹروں کو مساوی تنخواہ نہیں ہونی چاہئے: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایلوپیتھک ڈاکٹر اور آیورویدک ڈاکٹر ایک ہی کام کرتے ہیں، اس کے پیش نظر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آیوروید کے ڈاکٹروں اور ایلوپیتھی کے ڈاکٹروں کی تنخواہ ایک جیسی ہونی چاہیے، سپریم کورٹ نے گجرات ہائی کورٹ کے اس حکم کو خارج کر دیا ہے جس میں کہا گیا تھا کہ سرکاری اسپتالوں میں کام کرنے والے آیورویدڈاکٹروں کے ساتھ ایلوپیتھی ڈاکٹروں کے برابر سلوک کیا جانا چاہیے، اور برابر تنخواہ کا حقدار ہونا چاہیے۔

ہم جنس شادی پیچیدہ مسئلہ، اسے پارلیمنٹ پر چھوڑ دیں: مرکز

ہم جنس شادیوں کو قانونی قرار دینے پر مرکز نے بدھ کو سپریم کورٹ کے سامنے ایک بار پھر دلیل دی کہ اس معاملے کی پیچیدگیوں اور اس کے سماجی اثرات کو دیکھتے ہوئے اسے پارلیمنٹ پر چھوڑ دیا جانا چاہیے کہ وہ کوئی راستہ نکالے، چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ کی سربراہی میں پانچ ججوں کی آئینی بنچ کے سامنے پانچویں دن مرکز کا موقف پیش کرتے ہوئے سالیسٹر جنرل تشار مہتا نے پوچھا کہ قانون ان لوگوں کو کیسے پہچانے گا جو جنس کی شناخت سے انکار کرتے ہیں، مہتا نے یہ عرضیاں سپریو عرف سپریا چکرورتی اور دیگر کی طرف سے دائر درخواستوں کی سماعت کے دوران کہیں۔

گجرات ہائی کورٹ کی جج نے راہل گاندھی کی اپیل کی سماعت سے خود کو الگ کرلیا

راہل گاندھی نے گجرات ہائی کورٹ میں مودی سرنیم ہتک عزت کیس میں سزا پر روک لگانے کی اپیل کی ہے، دریں اثنا گجرات ہائی کورٹ کی جسٹس گیتا گوپی نے راہل کی اپیل کی سماعت سے خود کو الگ کرلیا ہے۔ اس سے پہلے سورت کی عدالت نے راہل گاندھی کی سزا پر روک لگانے کی درخواست کو مسترد کر دیا تھا۔ کانگریس لیڈر راہل گاندھی کو سورت کی عدالت نے ہتک عزت کیس میں 2 سال کی سزا سنائی ہے۔ تاہم سزا کے فوراً بعد راہل گاندھی کو ضمانت مل گئی۔ عدالت نے ان کی سزا کو 30 دن کے لیے معطل کر دیا تھا، تاکہ راہل گاندھی اعلیٰ عدالتوں میں اپیل کر سکیں۔

طب وصحت

موسم گرما: فوائد، نقصانات اور اسلامی تعلیمات

موسم گرما سال کے چار موسموں میں سے ایک ہے۔ اس میں دن بڑے ہوتے ہیں اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ درجہ حرارت زیادہ ہوتا ہے۔ موسم گرما میں سال کا سب سے بڑا دن 21 جون کو ہوتا ہے۔ پاکستان میں گرمیوں کا آغاز اپریل سے شروع ہوجاتا ہے اور بعض علاقوں میں ستمبر تک جاری رہتا ہے۔ جون اور جولائی سخت گرم مہینے ہوتے ہیں۔ موسم گرما میں گرمی کی شدت سے چھپے ہوئے کیڑے مکوڑے کثرت سے نکلنے لگتے ہیں۔ اس لیے گھر اور گھر کی اطراف کی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔

موسم گرما کے فوائد: موسم گرما کے ان گنت فائدے ہیں سب سے اہم دھوپ جو کہ پودوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ اسی گرم موسم کی وجہ سے فصلیں اور پھل پکتے ہیں۔ دھوپ کی مدد سے ہمارے جسم میں وٹامن ڈی بنتی ہے جو کہ ہمارے جسم کے لیے بہت مفید ہے، جسم کے بہت سے زہریلے جراثیم بھی مرجاتے ہیں۔ ہر موسم کی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں، اسی طرح ہر موسم کے اپنے ذائقے دار اور رسیلے پھل بھی ہوتے ہیں، موسم گرما کے پھلوں میں آم، تربوز، آلوچے، فالسے، جامن، لیچی، اسٹرابیری، پپیتے اور آڑو قابل ذکر ہیں۔ موسم گرما کے یہ چند خاص پھل جسم کو ٹھنڈک دینے کے ساتھ ساتھ زہریلے مواد کو خارج کرنے میں بھی مدد فراہم کرتے ہیں۔ یہ آپ کی توانائی بڑھانے، جسم کو ہائیڈریٹ رکھنے، سورج کی تپش سے محفوظ اور ضروری غذائیت فراہم کرنے کے حوالے سے خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ان پھلوں کو گرمیوں کے موسم میں اپنی خوراک کا حصہ بنا کر آپ اس موسم کا بہتر طور پر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ موسم گرما میں پھلوں کے ساتھ چند مشہور اور خاص سبزیاں کریلہ، گھیا کدو، کالی توری، بھنڈی توری، بینگن، ٹماٹر، سبز مرچ، شملہ مرچ، تر اور کھیرا اہم ہیں۔

موسم گرما کے نقصانات: موسم گرما کے کئی نقصانات ہیں جو انسان کے لئے بعض حالات میں کافی مشکلات پیدا کرتے ہیں ،شدید گرمی اور چمکتی دھوپ میں گھر سے باہر وقت گزارنا انتہائی تکلیف دہ ہے اور نہایت خطرناک بھی ہے۔ موسم گرما میں ہیٹ اسٹروک، پانی کی کمی وغیرہ عام خطرات ہیں، جبکہ نقصانات یہ ہیں کہ موسم گرما کی آمد سے درج ذیل مختلف بیماریاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ پیٹ کی بیماریاں، جلد کی بیماریاں، ٹائیفائید، ہیضہ، ہیپاٹائیٹس اے، فوڈ پوائزننگ، درد شقیقہ اور سر درد، سن سٹروک۔

ذیل میں موسم گرما کے حوالے سے چند شرعی آداب اور طبی ہدایات پیش خدمت ہیں:

دھوپ میں مت بیٹھیئے! بلا وجہ گرمی یا دھوپ میں بیٹھنا اچھا عمل نہیں ہے، کیونکہ گرمی جہنم کی تپش سے ہے، لہذا بلا وجہ دھوپ میں بیٹھنا اپنے آپ کو زندگی میں ہی جہنم کی تپش چکانے کے مترادف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس گرمی کی وجہ سے بعض بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں، چنانچہ اسلام نے انسان کو تکلیف سے دور رکھنے کے لئے خیر خواہی کے طور پر دھوپ اور گرمی میں بیٹھنے سے منع فرمایا۔

سایہ دار جگہ کی حفاظت کیجئیے: گرمیوں کے موسم میں لوگ سایہ دار جگہوں میں بیٹھ کر گرمی کی تپش سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں ،لیکن بعض ناداں اور جاہل لوگ سایہ دار جگہوں پر بول و براز کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہاں بیٹھنا محال ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

گرمی کی شدت کے وقت کیا کرے؟ گرمی کی شدت کے موقع پر اگر آپ یہ جملہ ہزار بار بھی دہرائیں کہ گرمی بہت ہے، تو آپ کے یہ کہنے سے موسم ٹھنڈا نہیں ہوگا، لیکن اگر آپ سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے تین بار اللہ سے جنت کا سوال اور تین بار اللہ سے جہنم سے پناہ مانگے تو جنت اور دوزخ دونوں آپ کے لئے دعا گو ہوں گے۔

پانی کا صدقہ: گرمی کے موسم میں سب سے فرحت بخش اور پرلطف نعمت ٹھنڈا پانی ہے۔ قیامت کے دن نعمتوں میں سب سے پہلا حساب ٹھنڈے پانی کا ہوگا۔ پانی صدقہ جاریہ ہے: پانی ایک عظیم نعمت ہے، لہذا اس نعمت کا احساس اور اس کا کما حقہ شکر ادا کرتے ہوئیکوشش کریں کہ اس موسم میں بڑے پیمانے پر پانی کے صدقے کا اہتمام کریں، جیسے نہر جاری کروانا، کنواں کھدوانا، فلٹریشن پلانٹ لگوانا، مساجد و مدارس میں کولر نصب کروانا وغیرہ۔ اسی طرح چھوٹے پیمانے پر جیسے مزدوروں، مسافروں، طالبعلموں بلکہ چرند پرند اور جانوروں تک کے پانی کا انتظام کرنا، عوامی مقامات اور ٹریفک اشاروں پر پانی کا انتظام کرنا وغیرہ۔ کیونکہ یہ صدقہ جاریہ شمار ہوگا۔ جانوروں کو بھی پانی پلائیے: گرمی سے صرف انسان متاثر نہیں ہوتے بلکہ جانور بھی شدید متاثر ہوتے ہیں، چنانچہ انسانوں کی طرح جانور بھی شدید پیاس محسوس کرتے ہیں، اور بعض اوقات پانی نہ ملنے کی وجہ سے جانور مر بھی جاتے ہیں۔ پاکستان کے ریگیستان کے علاقوں میں پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے جانوروں کی اموات بکثرت ہوتی ہیں۔ حضرت انسان اور خاص کر مخیرّ حضرات کو چاہیئے کہ نادار لوگوں کی بھوک اور پیاس کا احساس کرنے کے ساتھ ساتھ ان بے چارے اور بے زبان جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا برتاؤ کریں۔

تربوز کھائیے: تربوز انسانی صحت کے لیے بہت مفید ہے۔ گرمیوں کے موسم میں آنے والا یہ پھل نہ صرف صرف ذائقے میں مزیدار ہوتا ہے بلکہ کئی بیماریوں سے بچاتا ہے۔ گرمی کے موسم میں سب سے بڑا مسلہ ڈی ہائیڈریشن ہے لیکن تربوز اس مسلے سے نمٹنے میں مدد کرتا ہے۔ اس پھل میں 92 فیصد پانی موجود ہوتا ہے، جس می وجہ سے جسم کو مناسب مقدار میں ہائیڈریشن ملتی ہے اور آپ کئی طرح کے جسمانی مسائل سے محفوظ رہتے ہیں۔ یہ پانی سے بھرپور پھل ہے جو اس گرمی کے موسم میں جسم کو پانی فراہم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ تربوز میں وٹامن سی، وٹامن اے، پوٹاشیم، وٹامن من بی 1، وٹامن بی 5، وٹامن بی 6 جیسے غذائی اجزا کے ساتھ اینٹی آکسیڈ ینٹ خصوصیات بھی یوتی ہیں جو کہ جسم کی ضروریات کے لیے اچھی ہیں۔

آج بہت سے مسلمان گرمی کو بنیاد بنا کر کئی اعمال (جیسے باجماعت نماز، روزہ، پردہ) چھوڑ دیتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ جہنم کی آگ کہیں زیادہ جلانے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت کی تمام پریشانیوں، مصیبتوں اور تکلیفوں سے محفوظ رکھے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (الشیخ اکرم الٰہی حفظہ اللہ)

Volume:63/73,Issue:16 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

مجھ کو معلوم ہے ہر طرز خطابت لیکن
میں نے کچھ سوچ کے ہونٹوں پر لگائے تالے
(نامعلوم)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

رام نومی پر تصادم سپریم کورٹ کی ناراضگی

ڈاکٹر مظفر حسین غزالی

بہار کے ساسارام اور نالندہ میں گذشتہ 31 مارچ جمعہ کو رامنومی جلوس کے دوران ہوئی فرقہ وارانہ کشیدگی کے بعد دفعہ 144 لگا کر انٹرنیٹ خدمات بند کر دی گئیں۔ وہاں شوبھا یاترا پر اچانک پتھراؤ ہوا جس کے بعد کئی راونڈ فائرنگ ہوئی۔ کئی دوکانوں کو آگ کے حوالے کر دیا گیا۔ کئی گھروں اور گاڑیوں پر بھی حملہ ہوا ہے۔ پولس اہلکاروں اور مقامی لوگوں کے زخمی ہونے کی خبر ہے۔ اس کی ویڈیو سوشل میڈیا پر گردش کر رہی ہے۔ نالندہ کے بہار شریف میں دو فرقوں کے بیچ جھگڑے میں حفاظتی کارکنوں سمیت 24 سے زیادہ لوگ زخمی ہو گئے۔ گگنڈیوان اور بھارو موڑ کے بیچ بھیڑ نے ایک درجن سے زیادہ گاڑیوں کو آگ کے حوالے کر دیا۔ یہاں تقریباً سو سال پرانے مدرسہ عزیزیہ میں بھیڑ نے توڑ پھوڑ کے بعد اس کی لائبریری میں آگ لگا دی۔ جس میں انتہائی اہم عربی، فارسی کتب کے علاوہ تاریخی اہمیت کے حامل قدیم مخطوطے بھی جل کر راکھ ہو گئے۔ چن چن کر دوکانوں اور مکانوں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس سے تشدد کے منصوبہ بند ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ مسلم ممالک کی تنظیم او آئی سی نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے حکومت ہند سے کاروائی کی مانگ کی ہے۔

گجرات کے بڑودا شہر کے دو علاقوں فتح پورہ اور کمبھار واڑہ میں پتھراؤ ہوا۔ وہاں 24 لوگوں کو حراست میں لیا گیا۔ مغربی بنگال کے ہاوڑا کے شیو پور اور ہگلی میں رامنومی کے جلوس میں شامل بھیڑ نے جم کر ہنگامہ کیا۔ یاترا میں پتھراؤ ہوا بھیڑ کو قابو کرنے کے لئے پولس نے لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس کے گولے چھوڑے۔ تصادم میں کئی لوگوں کے زخمی ہونے کی خبر ہے۔ ممتا بنرجی نے کہا کہ بی جے پی مغربی بنگال میں فسادات کرانا چاہتی ہے۔ رامنومی کا جلوس اپنا راستہ بدل کر مسلم علاقے میں گیا جبکہ انہوں نے منع کیا تھا۔ ٹی ایم سی نے جلوس کا ایک ویڈیو جاری کیا ہے جس میں گاڑی پر سوار ایک لڑکا ہاتھ میں پسٹل لئے ہوئے ہے۔ ممتا بنرجی نے کہا کہ مسلمانوں کا روزہ چل رہا ہے۔ وہ روزے میں کوئی غلط کام نہیں کر سکتے۔ انہوں نے پورے واقع کی سی آئی ڈی جانچ کا حکم دیا ہے۔ ابھی تک 41 لوگوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔

مہاراشٹر اورنگا باد کے سنبھاجی نگر میں دو فرقوں کے درمیان جھڑپ ہوئی۔ اس کے بعد 500 لوگوں نے پولس پر حملہ کر دیا۔ مہاراشٹر کے ہی کدار پور اور ملاڈ کے مالوانی میں بھی تصادم ہوا ہے۔ یہاں 20 لوگوں کو حراست میں لیا گیا ہے۔ جل گاؤ کے پالدھی میں تیز آواز میں گانے بجانے پر تنازعہ ہوا۔ جلوس مسجد کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ جہاں نماز ادا کی جا رہی تھی۔ اس تصادم میں 4 کے زخمی اور 45 کو گرفتار کئے جانے کی خبر ہے۔ مہاراشٹر میں ایک ناتھ شندے کی حکومت آنے کے بعد سے ہی فرقہ وارانہ ماحول بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ کرناٹک کے ہاسن میں بھی مسجد کے پاس سے جلوس کے گزرنے کے دوران تشدد ہوا۔ یہاں پولس نے نو لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ سال گزشتہ بھی رمضان کے دوران ہی ملک کے کئی حصوں میں اس طرح کے واقعات رونما ہوئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ ہندوؤں کے مذہبی جلوس میں مسلم علاقے سے گزرتے وقت اشتعال انگیز نعرے کیوں لگائے جاتے ہیں؟ پہلے عبادت گاہوں کا احترام کیا جاتا تھا اب مسجد کے قریب ہندوؤں کی یاترا میں کچھ زیادہ جوش دکھائی دیتا ہے؟ مسجد پر بھگوا جھنڈا لگانے پر بھیڑ کو کون اکساتا ہے؟ ڈی جے بجانے پر پابندی لگانے کی بات ہوتی رہی ہے لیکن اس پر عمل کیوں نہیں ہوتا؟ جلوس میں شامل بھیڑ کو آگ لگانے والا سامان اور پتھر کون مہیا کرتا ہے؟ یاترا میں شامل لوگ اسی شہر کے ہوتے ہیں یا باہر سے بلائے جاتے ہیں۔

مذہب تو امن کی تعلیم دیتا ہے مگر اس کے فرقہ وارانہ استعمال کی وجہ سے ہی سپریم کورٹ کو کہنا پڑا کہ جس وقت سیاست اور مذہب کو الگ کر دیا جائے گا یہ سب ختم ہو جائے گا۔ آگ اگلتی زبانوں اور بیانوں پر روک نہیں لگائی گئی تو حالات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔ گزشتہ چند سالوں میں ملک پر تشدد و نفرتی بیانوں کا سیلاب دیکھ رہا ہے۔ جو ملک اور سماج کو توڑنے پر آمادہ ہے۔ سپریم کورٹ میں جسٹس کے ایم جوزف اور بی وی ناگ رتنا کی بینچ نے یہ باتیں ہیٹ اسپیچ کے خلاف شاہین عبداللہ کی عرضی پر سماعت کے دوران کہیں۔ جس میں درخواست کی گئی ہے کہ عدالت کی ہدایات کے باوجود مہاراشٹر حکومت ہندو تنظیموں کے نفرتی بیانوں پر لگام لگانے میں ناکام رہی ہے۔ اس کے خلاف توہین عدالت کی کاروائی کی جائے۔ شاہین عبداللہ کے وکیل نظام الدین پاشا نے عدالت سے کہا کہ مہاراشٹر پولس کو ایک ہندو تنظیم کے خلاف کارروائی کرنے کی ہدایت دی گئی تھی لیکن اس کے باوجود کوئی کاروائی نہیں ہوئی۔ یہ (ہندو رکشک گروپ) گزشتہ چار ماہ میں پچاس سے زیادہ ریلیاں کر چکی ہے۔ واضح رہے کہ تلنگانہ سے بی جے پی کے ایم ایل اے ٹی راجہ سنگھ گلی گلی جا کر مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے والے بیان دے رہا ہے۔ جس کا صرف ایک مقصد ہے کہ سماج میں فساد بھڑک جائے۔ جبکہ ٹی راجہ سنگھ خود ضمانت پر ہے۔ اس کی بیان بازی ضمانت کی شرائط کے خلاف ہیں۔ جو لوگ یاترا نکال رہے ہیں ان کے وکیل نے کہا کہ ہمیں جلوس نکالنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ جس پر جسٹس جوزف نے جواب دیا کہ جلوس نکالنے کا حق ہے لیکن کیا ایسی ریلی کے ذریعہ آپ کو ملک کا قانون توڑنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ عدالت نے اس معاملہ میں پہلی مرتبہ ناراضگی دکھائی ہو۔ اس سے قبل جسٹس جوزف اور رشی کیش رائے کی بینچ نے دہلی، یوپی اور اتراکھنڈ پولس کو نوٹس جاری کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ہیٹ اسپیچ میں شامل لوگوں کے خلاف کیا کاروائی کی گئی۔ ایسے بیانات کے لئے ذمہ داروں پر فوری سخت کاروائی کریں۔ نہیں تو توہین عدالت کی کاروائی کے لئے تیار رہیں۔ اس وقت کپل سبل نے عدالت سے مسلمانوں کو ڈرانے دھمکانے کے چلن کو فوری روکنے کی درخواست کی تھی۔ انہوں نے ممبر پارلیمنٹ پرویش ورما کے مسلمانوں کے اقتصادی بائیکاٹ اور اسی پروگرام میں گلا کاٹنے والے بیان کا حوالہ دیا تھا۔ جس کے جواب میں سپریم کورٹ نے ان معاملوں میں مداخلت کو اپنی ذمہ داری بتاتے ہوئے نیوز چینلوں کو پھٹکار لگائی تھی۔ عدالت نے نفرت کو روکنے کیلئے اینکر کو ذمہ دار بتایا تھا۔ جسٹس جورف اور ناگ رتنا کی بینچ نے اسی سال نفرتی بیانوں کو گندگی بتاتے ہوئے کہا تھا کہ یہ شیطان کی شکل اختیار کرے گی۔ عدالت نے کہا کہ کیا ریاستی سرکاریں معزور ہو گئی ہیں۔ اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو ہمیں اسٹیٹ کی ضرورت کیا ہے۔ جسٹس جوزف نے کہا کہ یہ 21 صدی ہے۔ ہمیں ایک سیکولر، برداشت کرنے والا سماج ہونا چاہئے لیکن آج نفرت کا ماحول ہے۔ سماجی تانا بانا بکھرا جا رہا ہے۔ ہم نے ایشور کو کتنا چھوٹا کر دیا ہے کہ اس کے نام پر تنازعہ ہو رہا ہے۔

سماجی پولرائزیشن میں سیاسی جیت واقتدار حاصل کرنے کا کامیاب نسخہ ڈھونڈ لینے والی بی جے پی کی یہ صاف طور پر دین مانی جاسکتی ہے۔ نریندر مودی کی سربراہی میں 2014 اور اس کے بعد بنی حکومت نے نفرتی بیانوں کو خوب بڑھاوا دیا ہے۔ پارٹی میں فرقہ وارانہ وسماجی تقسیم کا ایک اثر انداز نظام تیار کیا گیا ہے۔ جسے وزراء و بڑے لیڈران چلاتے ہیں۔ مرکزی وزیر انوراگ ٹھاکر اور ایم پی پرویش ورما کی نفرت انگیز تقاریر کو کون بھول سکتا ہے جس میں انہوں نے ایک طبقہ کے لوگوں کو گولی مارنے کی بات کہی تھی۔ فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور سماجی ہم آہنگی کے خواہشمند شہری ہوں یا قانون کی حکمرانی پر یقین رکھنے والے عوام، انہیں اس وقت مایوسی ہوتی ہے جب عدالت ایسے لوگوں کو یہ کہہ کر بری کر دیتی ہے کہ مسکراہٹ کے ساتھ کیا گیا جرم جرم نہیں ہے۔ اسی طرح مذہبی پارلیمنٹ کے ذریعے ایک مخصوص طبقے کی نسل کشی کا مطالبہ کرنے والے یا تو پکڑے نہیں جاتے یا جلد ہی ضمانت پر رہا ہو جاتے ہیں۔ نفرت اور تشدد کو نئے سرے سے پھیلانے کے لیے۔ اقتدار میں رہنے والی جماعتیں ایسی تیزابی باتیں کہنے والوں کو فرنج عناصر کہہ کر جان چھڑا لیتی ہیں۔ ملک کی آزادی میں کردار ادا کرنے والوں کے خلاف بھی نفرت پھیلائی جاتی ہے اور معاشرہ اسے بے بسی سے دیکھتا رہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا بی جے پی نفرت وتشدد کی قیمت پر اقتدار میں بنی رہے گی یا پھر سپریم کورٹ کے تبصرہ کو سنجیدگی سے لے کر نفرتی بیانوں کے خلاف ٹھوس قدم اٹھائے گی۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔ **رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (**محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب**)

WEEK ENDING-01/05/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے